ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
45
www.tanzeem.org
19 تا 25 نومبر 2013ء/ 14 تا 20 محرم الحرام 1435ھ

اس شمارے میں

دہشت گردی کی روک تھام کیسے؟

یہودونصاریٰ سے دوستی کی ممانعت

امن ، ایمان اور سلامتی

میز کی دوسری طرف!

حکیم اللہ محسود کی شہادت

یکساں نظام تعلیم کیوں ضروری ہے؟

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

آزمائش تربیت کا ذریعہ ہے

اسلام میں آزمائش تعمیر وتشکیل کا ایک اہم ذریعہ ہے۔نظری تربیت کی کوئی قیمت نہیں رہتی اگر اس میں شدت اور آزمائش کے عوامل شریک نہ ہوں۔نفسِ انسانی سلامتی کو پسند کرتا ہے اور خطرات سے دور بھاگتا ہے اور اس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ مشکلات ومصائب سے کھیلے، تاکہ اس کے اندر قوتِ مدافعت پیدا ہو اور مصائبِ روزگار کے مقابلہ میں جمنا سیکھے۔خود ایمان کی حقیقت تک پہنچنے اور اس کی رُوح حاصل کرنے کے لیے آزمائش درکار ہے کہ مضبوط ومستحکم ایمان وہی ہے جو تنگی وشدت کے وقت ثابت قدم رہے،لیکن جو ایمان کمزور اور بیمار ہوتا ہے اسے آزمائشیں بہت جلد ہٹا دیتی ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ)''لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر، مگر جب وہ اللہ کے معاملے میں ستایا گیا تو اس نے لوگوں کی ڈالی ہوئی آزمائش کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا۔ اب اگر تیرے رب کی طرف سے فتح ونصرت آ گئی تو یہی شخص کہے گا کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔کیا دنیا والوں کے دل کا حال اللہ کو بخوبی معلوم نہیں ہے؟ اور اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہی ہے کہ ایمان لانے والے کون ہیں اور منافق کون؟'' (العنکبوت: 10,11)

اس لیے کہ ہر دعویٰ کے لیے دلیل مطلوب ہوتی ہے۔ایمان ایک دعویٰ ہے جو دلیل کا محتاج ہے اور تنگی میں ثابت قدم رہنا اس ایمان کا مظہر اور اس کی موجودگی اور رسوخ کی دلیل ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(ترجمہ)''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو اِن سے پہلے گزرے ہیں۔اللہ کو یہ ضرور دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون؟'' (العنکبوت: 2,3)

تحریک اسلامی

استاد فتحی یکن

الھدیٰ (587)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ الحِجر

(آیات: 4تا8)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ﴿۵﴾ وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۶﴾ لَوۡ مَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰۤـئِكَةِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۷﴾ مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰۤـئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَـقِّ وَمَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ ﴿۸﴾

آیت ۴ ﴿وَمَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۴﴾﴾ ’’اور ہم نے کسی بھی بستی کو ہلاک نہیں کیا‘ مگر اس کے لیے ایک معین نوشتہ تھا۔‘‘

ہر قوم پر آنے والے عذاب کا ایک وقت معین تھا جو پہلے سے لکھا ہوا تھا۔

آیت ۵ ﴿مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ﴿۵﴾﴾ ’’کوئی اُمت نہ تو اپنے وقتِ معین سے آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔‘‘

آیت ۶ ﴿وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۶﴾﴾ ’’اور انہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر (اُس کے بقول) یہ ذکر نازل ہوا ہے (ہمارے نزدیک) تم تو یقیناً دیوانے ہو‘‘ معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ!!——

مجنون ’’جن‘‘ سے مشتق ہے۔ عربی میں جن کے معنی مخفی چیز کے ہیں۔ اسی معنی میں رحمِ مادر میں بچے کو جنین کہا جاتا ہے‘ کیونکہ وہ نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے لفظ ’’جنت‘‘ بھی اسی مادہ سے ہے اور اس سے مراد ایسی زمین ہے جو درختوں اور گھاس وغیرہ سے پوری طرح ڈھکی ہوئی ہو۔ سورۃ الانعام آیت ۷۶ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرے میں یہ لفظ اس طرح آیا ہے: ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيۡهِ الَّيۡلُ﴾ یعنی جب رات کی تاریکی نے اسے ڈھانپ لیا۔ چنانچہ مجنون اس شخص کو بھی کہا جاتا ہے جس پر جن کے اثرات ہوں‘ آسیب کا سایہ ہو اور اس کو بھی جس کا ذہنی توازن درست نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ بات وحی کے بالکل ابتدائی دور میں کہی گئی تھی اور اس کے کہنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو اس طرح کے خیالات کا اظہار معاندانہ انداز میں نہیں بلکہ ہمدردی میں کر رہے تھے۔ یعنی جب ابتدا میں حضور ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بتایا کہ غارِ حرا میں ان کے پاس فرشتہ آیا ہے تو بہت سے لوگوں کو گمان ہوا کہ شاید آپ ﷺ کو کسی بدروح وغیرہ کا اثر ہو گیا ہے۔ چونکہ نبوت ملنے اور فرشتہ کے آنے کا دعویٰ ان کے لیے بالکل نئی بات تھی اس لیے ان کا واقعی یہ خیال تھا کہ اکیلے کئی کئی راتیں غارِ حرا میں رہنے کی وجہ سے ضرور آپ ﷺ پر کسی بدروح یا جن کے اثرات ہو گئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ نٓ (اس کا دوسرا نام سورۃ القلم بھی ہے) جو کہ بالکل ابتدائی دور کی سورۃ ہے‘ اس میں ان لوگوں کے خیالات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا: ﴿مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲﴾﴾ ’’آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔‘‘

آیت ۷ ﴿لَوۡ مَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰۤـئِكَةِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۷﴾﴾ ’’کیوں نہیں لے آتے ہمارے سامنے فرشتوں کو اگر تم سچے ہو؟‘‘

اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ان باتوں کا جواب آ رہا ہے:

آیت ۸ ﴿مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰۤـئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَـقِّ﴾ ’’ہم نہیں اتارا کرتے فرشتوں کو مگر حق کے ساتھ‘‘

یعنی یہ لوگ فرشتوں کو بلانا چاہتے ہیں یا اپنی شامت کو؟ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ عاد و ثمود اور قومِ لوط پر فرشتے نازل ہوئے تو کس غرض سے نازل ہوئے! انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ فرشتے جب کسی قوم پر نازل ہوتے ہیں تو آخری فیصلے کے نفاذ کے لیے نازل ہوتے ہیں۔

فرمان نبویؐ

مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا

وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِی النَّارِ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ)) [متفق علیہ]

حضرت ابوبکر نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب دو مسلمان تلوار کے ساتھ ایک دوسرے کا سامنا کرتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ قاتل کا جہنمی ہونا تو سمجھ آتا ہے مگر مقتول کا کیا معاملہ ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ بھی اپنے مسلمان ساتھی کو قتل کرنے کا حریص تھا۔ (اس کا داؤ چل جاتا تو یہ اُسے مار ڈالتا)‘‘

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزا ایوب بیگ

دہشت گردی کی روک تھام کیسے ممکن ہے؟

دہشت گردی نے ہماری قومی سلامتی پر ایک بڑا سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ ماضی میں ہمارے سیاسی اکابرین تو اقتدار سے ہٹ کر یا مفاداتی سیاست سے بالاتر ہو کر سوچنے کے قائل ہی نہیں تھے، لہٰذا وہ سب کچھ عسکری اداروں کو سونپ کر خود ڈالر ڈالر کھیلتے رہے، لیکن عسکری ادارے بھی دہشت گردی کی روک تھام میں ناکام رہے، کیونکہ عوامی حمایت اور حکمرانوں کی political will ان کی پشت پر نہ تھی۔ دہشت گردی کا حل کیا ہے؟ اس اژدھا کو قومی سلامتی کو ہڑپ کرنے سے کیسے روکا جاسکتا ہے؟ اگرچہ کسی مرض کے علاج کے لیے ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ یہ پیدا کیسے ہوا؟ اسباب و علل کیا تھے؟ کس شے نے آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کیا؟ وغیرہ، لیکن ہم ان چیزوں کا ذکر اس لیے نہیں کریں گے کہ اب یہ بات کھلا راز ہے اور قوم کا ہر چھوٹا بڑا جان چکا ہے (سوائے ان لوگوں کے جو سپریم پاور آف ورلڈ کا جنگی ایجنڈا آگے بڑھانے کے لیے ان کے payroll پر ہیں) کہ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا دلفریب نعرہ لگا کر کیسے ہمیں اس آگ میں جھونک دیا گیا تھا اور ہم اس سانپ کے فرنٹ لائن اتحادی بن گئے جو اپنی بھوک مٹانے کے لیے اپنے ہی بچے کھا جاتا ہے۔ اسی اتحادی نے ہم پر دہشت گردی کو مسلط کر دیا۔ آئیے، یہ دیکھتے ہیں کہ اس دہشت گردی سے نجات حاصل کرنے کے لیے کس نوعیت کی کوششیں کی جاسکتی ہیں۔ ایک بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت کا اتحادِ ثلاثہ کسی صورت یہ نہیں چاہے گا کہ پاکستان میں دہشت گردی ختم ہو، کیونکہ ان کے مقاصد کی تکمیل کے لئے یہ دہشت گردی از حد ضروری اور لازم ہے۔ لہٰذا دہشت گردی کی جن کارروائیوں میں وہ گروپ ملوث ہیں جنہیں سی آئی اے، موساد، را یا خاد کی سرپرستی حاصل ہے، صلح کی کوششوں کو ان کی کارروائیوں سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ انہیں کنٹرول کرنے کے لیے الگ حکمت عملی اپنانا ہوگی۔ ان کے علاوہ دیگر گروپس سے مذاکرات کرنے کے لیے درج ذیل نکات پر عمل درآمد ان شاء اللہ نہایت مؤثر ثابت ہوگا:۔

(1) مرکز اور صوبہ کے زیر انتظام تمام آزاد علاقوں میں اسلام کو بحیثیت نظام نافذ کر دیا جائے۔ اسلامی نظام کو نافذ کرنے میں جو پیچیدگیاں پاکستان کے دوسرے علاقوں میں محسوس کی جاتی ہیں، آزاد علاقوں میں ایسی صورت حال نہیں ہے۔

(2) حکومت کی جانب سے ایک معین عرصے کے لیے سیز فائر کا اعلان کیا جائے اور صرف جوابی کارروائی کی جائے۔

(3) تمام گروپوں کو مذاکرات کی دعوت دی جائے۔ مذاکرات سے انکار کرنے والے گروپس کے خلاف بھی فوری کارروائی نہ کی جائے بلکہ ایک معین عرصہ کے لیے انہیں موقع دیا جائے۔

(4) مذاکرات میں باوقار انداز اختیار کیا جائے، قبائلی روایات کو مدنظر رکھا جائے۔ مذاکرات آئین پاکستان کے تحت ہی ہونا چاہئیں۔ لیکن یاد رہے کہ اس آئین میں یہ درج ہے کہ کوئی قانون سازی قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہوسکتی اور قراردادِ مقاصد بھی آئین کا حصہ ہے۔ لہٰذا فوری طور پر وہ اقدام کیے جائیں جن کی روک تھام کے لیے پہلے ہی قوانین موجود ہیں، مثلاً فحاشی اور بے حیائی کے اظہار اور اس کی تشہیر کے حوالہ سے قانون پر سختی سے عمل درآمد کیا جائے۔ شراب نوشی اور جوا کی کسی آسمانی مذہب میں اجازت نہیں، لہٰذا ان غیر اسلامی افعال پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

19 تا 25 نومبر 2013ء — جلد 22
14 تا 20 محرم الحرام 1435ھ — شمارہ 45

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

(5) ڈرون حملوں میں اگر کسی بھی سطح پر پاکستان تعاون کر رہا ہے تو اسے علی الاعلان بند کیا جائے اور امریکہ کو ان حملوں سے باز رکھنے کی انتہائی سنجیدہ کوشش کی جائے۔

(6) افغانستان سے پاکستان کی طرف ہونے والی دراندازی کو پوری مستعدی سے روکا جائے اور سفارتی سطح پر بھارت کے ساتھ یہ مسئلہ اٹھایا جائے کہ وہ افغانستان میں اپنے وہ قونصل خانے بند کر دے، جو دہشت گردی کے ٹریننگ کیمپ قائم کیے ہوئے ہیں۔ اس حوالہ سے دنیا بھر میں بھرپور انداز میں آواز اٹھائی جائے۔

(7) پاکستان کی کل سات خفیہ ایجنسیاں ہیں۔ حالات اور واقعات شاید ہیں کہ ان میں باہم رابطہ نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایک ایسا ادارہ یا کم از کم کوئی desk قائم کیا جائے جو ان کے درمیان ارتباط (co-ordination) کا کام کرے، تاکہ کسی ایک خفیہ ایجنسی کی کسی غیر مصدقہ اطلاع پر حکومت کارروائی نہ کر بیٹھے اور امن کو نقصان پہنچ جائے۔

(8) حکومت اس مسئلہ کے حل کے لیے علماء سے مضبوط رابطہ قائم کرے خصوصاً علمائے دیوبند کی خدمات حاصل کی جائیں۔ مذاکرات کے حوالہ سے ان سے بھرپور مشاورت کی جائے اور انہیں مذاکراتی ٹیم کا حصہ بھی بنایا جائے۔

(9) تاریخی پس منظر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ جس طرح افغانستان کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں بیرونی حملہ آور کبھی اپنا قبضہ مستحکم نہ کر سکا، اسی طرح پاکستان کی چھیاسٹھ سالہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہاں کبھی فوجی اپریشن مثبت نتائج پیدا نہ کر سکا۔

(10) آخری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ انتہائی خلوص اور نیک نیتی سے مذاکرات کیے جائیں۔ اگر حکومتی ذہن میں کسی سطح پر بھی یہ خیال موجود ہوا کہ مذاکرات کر کے اپریشن سے پہلے عوامی حمایت حاصل کر لی جائے یا اپریشن کو جواز فراہم کرنے کے لیے مذاکرات مفید رہیں گے یا ان لوگوں کا منہ بند کرنا مقصود ہو جو طالبان پاکستان سے مذاکرات پر اصرار کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں یہ بدنیتی تباہ کن ثابت ہوگی۔

درج بالا اقدام کیے جائیں گے تو یقیناً وہ طالبان جن کی جدوجہد خالصتاً اسلام کے حوالہ سے ہے اور ان کا پاکستان دشمن قوتوں سے کوئی رابطہ نہیں، وہ محاذ آرائی ختم کر دیں گے۔ اس صورت میں مذاکرات میں حکومت پاکستان یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہوگی کہ اب وہ حکومت کے ساتھ مل کر ان لوگوں کا مقابلہ کریں جو پاکستان کے شہریوں اور سیکیورٹی اہلکاروں پر حملے کر رہے ہیں یا جنہیں غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں کی سرپرستی حاصل ہے اور وہ محض پاکستان کو غیر مستحکم کرنا چاہتے ہیں۔

حکومت پاکستان کو اس بات پر یقیناً غور کرنا ہوگا کہ اگر طالبان پاکستان صرف یہ مطالبہ کر دیں کہ آئین پاکستان میں جو اسلامی شقیں ہیں ان پر عمل درآمد کیا جائے، علاوہ ازیں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر آئین کے مطابق عمل کیا جائے تو حکومت پاکستان کے پاس کیا جواب ہوگا؟ اس لیے کہ آئین پاکستان کے حوالے سے ہمارا موجودہ طرزِ عمل خود آئین کی حرمت کو پامال کرنے کا موجب بن رہا ہے!

☆☆☆

بیابہ مجلس اسرار

فیصلہ کیجیے!

سورہ الشعراء کی آیت 20 میں ارشادِ الٰہی ہے: (ترجمہ) ''تم میں سے جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے' اُس کی کھیتی کو ہم بڑھاتے ہیں' اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے' اسے ہم دنیا ہی میں دے دیتے ہیں' مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔''

یہ بڑا پیارا اور اٹل قانون ہے جو اختصار کے ساتھ یہاں بیان ہوا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ فیصلہ کیجیے کہ آپ آخرت کے طالب ہیں یا دنیا کے؟ آپ کا مقصود و مطلوب آخرت ہے یا دنیا؟ عقبیٰ چاہیے یا دنیا چاہیے؟ فیصلہ کیجیے! شعوری طور پر فیصلہ ہو' پھر اس پر ڈٹ جایئے۔ یہ نہ ہو کہ دنیا ذرا ہاتھ سے جاتی دکھائی دی تو دل پژمردہ ہو گیا اور طبیعت مضمحل ہو گئی۔ اگر تم فیصلہ کر چکے ہو کہ تمہاری مراد آخرت ہے تو اگر دنیا میں کمی آ رہی ہے تو تمہیں کوئی پریشانی اور پشیمانی نہیں ہونی چاہیے۔ آدمی طے کرے کہ اوّلیت کس شے کو حاصل ہے' مقدم کیا ہے' مؤخر کیا ہے۔ یہ فیصلہ کرے اور پھر اس پر جم جائے' مستقیم ہو جائے۔ اسی فیصلے کو ارادہ کہا گیا ہے۔ اسی لفظ سے لفظ ''مُرید'' بنتا ہے۔ اب یا تو کوئی مرید ہوگا آخرت کا یا کوئی مرید ہوگا دنیا کا۔ فرمایا: ''جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طلب گار ہے تو اس کی کھیتی میں ہم برکت دیتے رہتے ہیں۔'' اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں جو نیک اعمال انسان آگے بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں پروان چڑھاتا ہے' پالتا پوستا ہے' ترقی دیتا ہے۔ ''اور جو کوئی طالب بن جاتا ہے دنیا کی کھیتی کا۔ ہم اسے دے دیتے ہیں اس میں سے۔'' ہم یہ نہیں کرتے کہ جو دنیا ہی کا طالب بن گیا ہے' جس کا مقصود و مطلوب دنیا بن گئی، جس کی مراد دنیا ہی ہو گئی ہے' اسے ہم دنیا سے بھی محروم کر دیں' بلکہ دنیا میں اسے ہم کچھ دے دلا دیتے ہیں۔ البتہ یہ واضح ہے کہ ''پھر ایسے شخص کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔'' تم یہ چاہو کہ یہ بھی ملے اور وہ بھی ملے' دو دو اور وہ بھی چپڑی' یہ مشکل ہے۔ طے کرو کہ اصل مطلوب و مقصود اور مراد کیا ہے! دنیا یا آخرت؟

یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت

سورۃ المائدہ کی آیات 51 تا 53 کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 8 نومبر 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضراتِ محترم!

پچھلے جمعہ ہم نے اللہ کے فضل و کرم سے سورۃ المجادلہ کا مطالعہ مکمل کر لیا تھا۔ اس سورت کے آخری رکوع میں حزب الشیطان اور حزب اللہ اور ان میں مابہ الامتیاز اوصاف کو نمایاں کیا گیا ہے۔ حزب اللہ، حزب الشیطان قرآن مجید کے الفاظ ہیں، یہ کسی انسان نے وضع نہیں کیے۔ حزب کہتے ہیں پارٹی، گروہ، جماعت کو۔ انسانوں میں اصلاً دو ہی پارٹیاں ہیں: حزب اللہ اور حزب الشیطان ۔حزب الشیطان کا زیادہ تفصیلی ذکر ہمیں سورۃ المائدہ کے آٹھویں رکوع میں ملتا ہے۔آج ہمیں اِسی کا مطالعہ کرنا ہے۔ سورۃ المجادلہ اور سورۃ المائدہ دونوں مدنی سورتیں ہیں اور دونوں ہی مدنی دور کے آخری حصے میں نازل ہوئیں۔ سورۃ المجادلہ میں جو مضامین نسبتاً اختصار سے بیان ہوئے، ان کی تفصیل سورۃ المائدہ میں آئی ہے۔ یہاں سورۃ المائدہ میں حزب اللہ کا تذکرہ تو ''حزب اللہ'' کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے، البتہ حزب الشیطان کا تذکرہ اس گروہ کے صرف کردار ہی کے حوالے سے آیا ہے۔ دونوں کرداروں کو ساتھ جوڑ لیں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ پہلے جن کا ذکر ہو گا وہ حزب الشیطان ہیں، اور بعد میں جن کا ذکر ہو رہا ہے وہ حزب اللہ ہیں۔ یہ نازک اور حساس موضوع تھا، لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی مزید وضاحت ہو جائے ۔حزب اللہ اور اس کے مقابلے میں حزب الشیطان کے کردار کے آئینہ میں ہم اپنی تصویر دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم بحیثیت قوم کہاں کھڑے ہیں، ہمارے لیڈر کیا کر رہے ہیں، ہماری رائے عامہ کیا ہے، ہم نے اپنا وزن کس پلڑے میں ڈالا ہے۔کون سا گروہ حزب اللہ ہے اور کون سا حزب الشیطان ہے، یہ اللہ نے صاف بتا دیا ہے ۔لہٰذا اصل حزب اللہ بھی وہی ہے اور حزب الشیطان بھی وہی جس کا ذکر اللہ کرتا ہے۔ رہی اس بارے میں لوگوں کی سوچ تو اس کو قرآن کی نصوص کی بنیاد پر پرکھا جائے گا، کہ کون کتنا صحیح ہے، کتنا غلط ہے۔ اس لیے کہ معیارِ حق تو قرآن ہے۔ یہیں سے ہمیں راہنمائی ملنی ہے۔

یہ بات ذہنوں میں واضح ہونی چاہیے کہ حزب الشیطان میں کون لوگ آتے ہیں۔ حزب الشیطان کا حصہ ایک تو وہ لوگ ہیں جو کھلے طور پر حق کے مخالف ہیں، جیسے آج کے دور میں دجالی نظام کے علمبردار یہود و نصاریٰ ہیں۔ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد جب امریکا سول سپریم پاور آن ارتھ بن گیا تو بش سینئر نے نیو ورلڈ آرڈر کا اعلان کر دیا۔ یہ دراصل شیطان کے ایجنٹوں (یہود) کا عالمی نظام ہے۔ امریکی نیو ورلڈ آرڈر کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر رحمان کا نظام نہیں، شیطان کا نظام چلے گا۔ اس نظام کے علمبردار یہود اور اُن کے گماشتے شیطان ہی کی بتائی گئی چیزوں کو لے کر چل رہے اور شیطان ہی کے ایجنڈے کو پروموٹ کر رہے ہیں، اور عملاً آج دنیا میں اسی کا نظام نافذ کر رکھا ہے۔ یہ لوگ تو کھلے عام حزب الشیطان کا حصہ ہیں۔ یہ عالمی قوتیں ہیں، جن کو یہود لیڈ کر رہے ہیں۔ پوری عیسائی دنیا ان کی مٹھی میں ہے۔ یہ دونوں یکجان دو قالب ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی صفوں میں بھی حزب الشیطان موجود ہے۔ میرا اور آپ کا مسئلہ یہ گروہ ہے۔ اور اس مقام پر قرآن مجید نے اسی چیز کو واضح کیا ہے کہ مسلمانوں میں سے کون سے عناصر ہیں جو حزب الشیطان کا حصہ ہیں۔ بظاہر تو مسلمان ہیں مگر حقیقت میں شیطان کی پارٹی کے افراد ہیں۔ یہ دراصل منافقین ہیں۔ سورۃ المجادلہ میں اور یہاں دونوں جگہ انہی کا تذکرہ ہے اور منافق کی اصل پہچان بتائی جا رہی ہے اور اُس کے اصل مرض کی نشاندہی ہو رہی ہے۔ فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ ﴾

''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

مومنوں سے کہا گیا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرو۔ قرآن نے اشارہ کر دیا کہ حزب الشیطان میں مرکزی کردار ادا کرنے والے یہود و نصاریٰ ہیں۔ اور اس میں بھی قائدانہ کردار یہود کا ہے، جن پر اللہ کا غضب ہوا، اور لعنت کی گئی ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں یہود کھل کر اسلام کی مخالفت کرتے تھے، جبکہ نصاریٰ براہ راست اُن کے ساتھ نہیں تھے۔ ابھی ان کے دل نسبتاً موم تھے۔ ان کے اندر کچھ خیر کے بھی رجحانات موجود تھے۔ لیکن یہاں دونوں کو بریکٹ کر دیا گیا۔ اس لیے کہ بالآخر دونوں کو اکٹھا ہو جانا تھا۔ یہ بھی واضح ہو کہ اُس وقت یہود کے برعکس نصاریٰ نے حضور ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف براہ راست سازشیں کرنے میں کوئی نمایاں کردار ادا نہیں کیا تھا، تاہم اسلام کے حوالے سے دونوں میں تقریباً ایک جیسی سوچ پروان چڑھ رہی تھی۔ مدینہ میں یہود کے تین قبائل موجود تھے۔ چونکہ یہودی حضرت موسیٰؑ اور ان کی شریعت کو ماننے والے ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کا خیال تھا کہ وہ تو فوراً ایمان لے آئیں گے، انہیں کوئی دیر نہیں لگے گی۔ اور ہماری سب سے زیادہ قریبی دوستی تو اصولی طور پر یہود سے ہوگی۔ اور اس کے بعد پھر نصاریٰ آتے ہیں۔ لیکن قرآن نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں سے کسی کو بھی دوست مت بناؤ۔ یہود سے ایمان کی توقع نہ رکھو۔ اس لیے کہ اب ان کا کردار کچھ اور ہے۔ یہود ایک وقت میں اس زمین پر اللہ کی نمائندہ امت تھے۔ اب وہ شیطان کی جگہ لے چکے ہیں۔ اور ساری دنیا یہ تسلیم کرتی ہے کہ اس زمین پر

شیطان کے اصل ایجنٹ یہود ہیں۔ حقیقت کی نگاہ سے دیکھیں تو ماضی میں یہود و نصاریٰ کی آپس میں بڑی دشمنی چلی آتی تھی۔ اُن میں سے سخت خونریز جنگیں ہوتی تھیں، تاہم اس وقت بھی وہ اسلام کے خلاف بظاہر ایک تھے۔ اسلام اور نبی ﷺ کی رسالت کو ماننے کے لیے دونوں ہی تیار نہیں تھے۔ والد محترمؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت یہ خبر دے رہی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ یہ بالکل ایک ہو جائیں گے۔ ماضی میں ان میں جو ایکا تھا وہ محدود لیول پر تھا، مگر پھر وہ یکجان ہو جائیں گے۔ اس آیت کا اصل ادراک اب ہو رہا ہے۔ اس لیے کہ الفاظ ﴿ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ؕ﴾ کا مظہر کامل آج سامنے آ رہا ہے۔ اب یہ عملاً تو ان ون ہو چکے ہیں۔ اگرچہ برابری کی بنیاد پر نہیں ہیں بلکہ یہود نصاریٰ پر سوار ہو چکے ہیں، اور نصاریٰ نے بھی اس حیثیت کو قبول کر لیا ہے۔ اور اب دونوں ایک ہی مشن لے کر آگے بڑھ رہے ہیں اور وہ ہے: اسلام کا خاتمہ۔

﴿ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝﴾

”جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا، وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

ذرا سوچ کا فرق ملاحظہ کیجیے۔ ہمارے ہاں بعض جدید تعلیم یافتہ لوگ کہتے ہیں کہ ایسی تمام آیات کا تعلق اس دور سے تھا کہ ”یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے میں سے ہیں“ والی بات اس وقت کے لیے تھی۔ حالانکہ یہود و نصاریٰ کے ایک دوسرے کے ساتھی ہونے کی بات اُس دور سے بھی زیادہ آج نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ یہ بات ہر دور کے لیے ہے۔ یہود و نصاریٰ کا گٹھ جوڑ جس طور سے آج سامنے آیا ہے اُس سے تو یوں لگتا ہے کہ یہ گویا آج ہی کے بارے میں ہے۔ پس یہ کہنا کہ اس آیت کا تعلق اس وقت سے ہے ہٹ دھرمی اور جسارت کی انتہا ہے۔ بہر کیف اللہ نے فرما دیا کہ یہ ایک دوسرے میں سے ہیں، یہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست بنائے گا، پھر وہ انہی میں سے ہوگا۔ اللہ کے ہاں اس کا حساب انہی کے ساتھ ہوگا خواہ وہ اپنے آپ کو خواہ کتنا بڑا مسلمان سمجھتا رہے اور حضور ﷺ کی رسالت کا قسمیں کھا کھا کر اقرار کرے --- آخر میں واضح فرما دیا کہ اتنے واضح پیغام اور اتنی واضح ہدایت کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی مت رکھو، انہیں اپنا ولی، انہیں اپنا ہمراز مت بناؤ، ان پر بھروسا مت کرو، جو ان کو دوست بنائے گا، وہ انہی میں سے ہوگا، کے بعد بھی اگر کوئی اُن کی دوستی سے باز نہیں آتا، تو وہ بہت بڑا ظالم ہے، اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہود و نصاریٰ سے دوستی حقیقت کے اعتبار سے اسلام سے مستعفی ہو کر ان کی صف میں شامل ہونا ہے۔ ایسے لوگوں کو دنیا میں کلمہ کی ڈھال ضرور حاصل ہے، لہٰذا اُن کی تکفیر نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کے دور میں عبداللہ بن اُبی جو منافقین کا سردار تھا، جس کی دوستیاں یہود کے ساتھ تھیں، اور حضور ﷺ کے خلاف اس کی سازشیں واضح طور پر بے نقاب ہو چکی تھیں، تکفیر نہیں ہوئی۔ تاہم جو لوگ بھی اسلام دشمن یہود و نصاریٰ سے دوستی کی روش اپناتے ہیں، وہ نہایت ظالم ہیں۔ وہ راہ یاب نہیں ہوں گے۔

آگے فرمایا:

﴿ فَتَرَى الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوۡنَ فِيۡهِمۡ يَقُوۡلُوۡنَ نَخۡشٰٓى اَنۡ تُصِيۡبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ﴾

”تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے تم ان کو دیکھو گے کہ ان میں دوڑ دوڑ کے ملے جاتے ہیں۔“

یہود و نصاریٰ سے دوستی کی پینگیں بڑھانے والے بظاہر لوگ مسلمانوں کی صف میں شامل ہیں، مگر اصل میں یہ حزب الشیطان کا حصہ ہیں۔ حزب اللہ کا حصہ نہیں ہے۔ ان کا حال یہ ہے کہ انہیں لاکھ روکا جائے کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرو، اُن کے ایجنڈے کو آگے نہ بڑھاؤ، یہ انہی کے اندر گھستے ہیں، اُدھر ہی کو جاتے ہیں۔ ان کی قربت میں رہنا ان کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے۔ یہ یہود و نصاریٰ سے تعاون اور دوستی کا جواز یہ گھڑتے ہیں کہ اس طرح ہم مصیبتوں سے بچ

پریس ریلیز 16 نومبر 2013ء — حافظ عاکف سعید

حضرت عمرؓ اور نواسہ رسول حضرت حسینؓ کی شہادت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ اپنے مشن کو اپنی اور اپنے خاندان کی زندگیوں پر ترجیح دیں

حضرت حسینؓ نے اسلام کے سیاسی نظام میں صرف ایک تبدیلی روکنے کی خاطر اپنی اور اپنے تمام خاندان کی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا، جبکہ آج اسلام کے سیاسی ہی نہیں معاشی اور معاشرتی نظام کی بھی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں، لیکن قوم بحیثیت مجموعی خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہے

تاریخ اسلام ہمارے اسلاف کی عظیم قربانیوں اور شہادتوں سے عبارت ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا یکم محرم کو حضرت عمرؓ جیسی عظیم شخصیت کی شہادت اور دس محرم کو نواسہ رسول حضرت حسینؓ کی شہادت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ اپنے مشن کو اپنی اور اپنے خاندان کی زندگیوں پر ترجیح دینا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کے سیاسی نظام میں صرف ایک تبدیلی کو روکنے کی خاطر کہ خلافت کو ملوکیت میں بدل نہ دیا جائے' حضرت حسینؓ نے اپنے تمام خاندان کی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا۔ لیکن آج پاکستان میں اسلام کے سیاسی ہی نہیں معاشی اور معاشرتی نظام کی بھی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں لیکن قوم بحیثیت مجموعی خوابِ خرگوش کے مزے لے رہی ہے اور دین کے حوالے سے فروعی مسائل اور مباحث میں الجھی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہمیں حضور ﷺ سے حقیقی عشق ہے تو اس کا اظہار اپنے عمل سے کرنا ہوگا۔ ہمیں دنیا اور آخرت کی فلاح کے لیے آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کے اُسوہ کو اپنی نجی اور اجتماعی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنانا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ آج ہماری پسپائی اور ذلت و خواری کی صرف اور صرف ایک وجہ ہے کہ ہم قرآن و سنت سے عملی طور پر لاتعلق ہو چکے ہیں۔ اگرچہ ہم اپنے اسلاف کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں لیکن ان جیسا کردار اپنانے کو ہرگز تیار نہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

جائیں گے، اُن کے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ نائن الیون کے بعد بحیثیت قوم ہم نے بھی یہی روش اپنائی کہ امریکا کے گھڑے کی مچھلی بنے، امارت اسلامی افغانستان کے خاتمے میں امریکا کا ساتھ دیا، اس خیال سے کہ ہمارا تورابورا نہ ہو جائے، ہمیں معاشی پریشانیاں نہ لاحق ہو جائیں، ہم پر پابندیاں نہ لگ جائیں۔ ہم نے امریکا کا ساتھ اسی بودی منطق کے تحت دیا تھا اب قبائلیوں کو روتے ہیں۔ انہوں نے یوں کر دیا اور یوں کر دیا اور انہیں گالیاں دیتے ہیں، یہ طرزِ عمل صحیح نہیں ہے۔ ہمیں برا بھلا تو اپنے آپ کو کہنا چاہئے کہ اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ جب تک ہم نے امریکی دباؤ پر وہاں ایکشن نہیں کیا تھا، یہ بدامنی اور انتشار نہیں تھا۔ جب ہم نے فوجی ایکشن کیا تو اس کے بعد سے اس کا ری ایکشن سامنے آ رہا ہے۔ 2004ء میں جب امریکا نے فرعونِ وقت پرویز مشرف کا بازو مروڑا کہ جنوبی وزیرستان میں فوجی آپریشن کرو تو پرویز نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ ہماری ہی جنگ ہے، اب ہمیں ان ''دہشت گردوں'' کا مقابلہ کرنا ہے۔ اُس وقت عقل و فراست رکھنے والے لوگ فوجی حکمران کو سمجھاتے تھے کہ قبائلی بھائیوں کے خلاف فوجی آپریشن کی بات نہ کریں، یہ لوگ اسلام اور پاکستان کے وفادار رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہماری مغربی سرحد آج تک محفوظ رہی ہے۔ ورنہ افغانستان کی حکومت نے کبھی بھی پاکستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات نہیں رکھے، ماسوائے طالبان کے پانچ سالہ دور کے۔ حکومت افغانستان کے شر سے ہمیں یہ قبائلی ہی بچاتے رہے۔ انہی کی وجہ سے ہمارا مغربی بارڈر محفوظ تھا۔ یہ پاکستان کے وفادار رہے ہیں۔ پرویز مشرف اس کے جواب میں کہتا تھا کہ ہمیں یہ کام کرنا پڑے گا۔ اگر ہم نہیں کریں گے تو امریکہ خود آ جائے گا۔ اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ ہم امریکا کے دباؤ میں یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ البتہ لفظوں میں یہ بات ماننا گوارا نہ تھی۔ ایسی ہی احمقانہ پالیسیوں اور دھوکا بازیوں کے بعد سارے معاملات خراب ہوئے ہیں۔ پرویز مشرف کو قبائلی بھائیوں کے خلاف آپریشن سے روکنے کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ قبائلی اسلام اور پاکستان کے وفادار رہے ہیں۔ قائداعظم نے بھی ان کے بارے میں تاکید کی تھی کہ ان کو کبھی چھیڑا نہ جائے۔ دوسری بات یہ تھی کہ قبائلیوں کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ انتقامی مزاج رکھتے ہیں۔ وہ ظلم کا بدلہ لازماً لیتے ہیں۔ ان پر ظلم ہو تو پھر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اُن کے آگے کون ہے؟ پاکستانی فوج ہے، امریکا ہے بلکہ ساری دنیا ہے۔ انتقام اُن کے مزاج کا حصہ ہے۔ فوجی آپریشن کے علاوہ آئے روز قبائلیوں پر امریکا کی جانب سے ڈرون حملے ہو رہے ہیں۔ کس کو نہیں پتا کہ پاکستانی حکومت بھی اس میں ملوث ہے۔ وزیر اعظم نواز شریف جس دن امریکا گئے ہیں امریکا نے انہیں سارے دستاویزی ثبوت فراہم کر دیئے کہ اب تک جو کچھ ہوتا رہا وہ تمہاری مرضی سے ہوتا رہا ہے۔ ڈرون حملوں پر تم نے معاہدہ کر رکھا ہے، بتاؤ کہاں جاؤ گے۔ لہٰذا اگر طالبان یہ کہتے ہیں کہ حکیم اللہ محسود کو بھی پاکستانی حکومت کی مرضی سے مارا گیا ہے، تو ان کے پاس کہنے کی کچھ نہ کچھ بنیاد ہے۔ حقیقت کیا ہے، یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ بات تلخ ہے مگر حقیقت ہے کہ آج ہم جو کردار ادا کر رہے ہیں اور جس طور سے یہود و نصاریٰ کی خوشنودی کے لیے اُن کی ڈکٹیشن پر چل رہے ہیں، یہ حزب الشیطان کا کردار ہے۔ ہم خواہ لاکھ مرتبہ اللہ اکبر کہیں جیسے مشرف نے کہا تھا کہ میں نے بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دی، لیکن قرآن یہ بتا رہا ہے جس کا بھی کردار یہ ہوگا وہ حزب الشیطان کا حصہ ہوگا۔

﴿فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ○﴾

''کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم پر زمانے کی گردش نہ آ جائے، سو قریب ہے کہ اللہ فتح بھیجے۔''

جب یہ آیات نازل ہوئیں۔ اس وقت ابھی اسلام کو فیصلہ کن فتح حاصل نہیں ہوئی تھی۔ یہ فتح مکہ سے پہلے کا دور تھا، کچھ ہی وقت پہلے غزوۂ احزاب ہوا تھا۔ جس میں تمام عرب قوتیں حضورﷺ اور مسلمانوں کے خلاف مدینہ پر چڑھ آئی تھیں۔ اگرچہ اللہ نے اپنی قدرت سے ان قوتوں کو منتشر کر دیا، تاہم ان کی اسلام دشمنی تو ختم نہیں ہوئی تھی۔ وہ ساری قوتیں ابھی موجود تھیں اور یہود کی سازشوں میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ اس وقت فرمایا گیا کہ تم جو اب تک یہود کے ساتھ روابط رکھے ہوئے ہیں، اس اندیشہ کے تحت کہیں آخری فتح شرک کی قوتوں کو نہ ہو جائے اور مسلمان مغلوب نہ ہو جائیں، اور ہمارے مفادات پر زد نہ پڑے، لہٰذا یہود سے روابط رکھنا ہماری مجبوری ہے۔ تو یاد رکھو کہ عنقریب حزب اللہ کو فیصلہ کن فتح حاصل ہونے والی ہے۔ قریب ہے کہ اسلام کو فیصلہ کن فتح حاصل ہو جائے اور اللہ کفار کو ہلاک کر دے۔ پھر تمہیں اپنے کئے پر ندامت ہو گی۔ آج تو تم لوگ اپنے مفاد کی خاطر یہود و نصاریٰ کا ساتھ دے رہے ہو اور امریکا کے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہے ہو، مگر جب اسلام کو فتح حاصل ہو گی تو اس روز تم دل ہی دل میں نادم ہو گے، کہ ہم نے تو غلط اندازے لگائے تھے، ہم نے تو سمجھا تھا کہ امریکا بڑی قوت ہے، اسلام والے تو بہت کمزور ہیں۔ امریکا کے مقابلے میں طالبان کی کیا حیثیت ہے۔ نائن الیون کے بعد جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ نے بھی کہا تھا کہ ایک ایف 16 ہی طالبان کا صفایا کرنے کے لیے کافی ہے۔ ان ساری چیزوں کے بین السطور میں جو پیغام ہے، اُسے پڑھیے، ساری بات سمجھ میں آ جائے گی۔ یہاں منافقین سے کہا جا رہا ہے کہ تمہیں حضورﷺ کی صحبت میسر ہے، ذرا اپنا نصیب تو دیکھو، تمہیں اللہ نے ایمان کی توفیق دی مگر اس کے بعد پھر تم یہاں تک پہنچ گئے ہو کہ اب حزب الشیطان کا حصہ بن رہے ہو۔ کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جو بظاہر کمزور ہیں، فتح کامل عطا کر دے، پھر تمہیں اپنی اس پالیسی پر ندامت ہو کہ دنیا سے بنا کر چلو، اور ان یہود و نصاریٰ کے ساتھ بھی روابط رکھو۔

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ○﴾

''اور اس وقت) مسلمان (تعجب) سے کہیں گے کہ یہ وہی ہیں جو اللہ کی سخت سخت قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان کے عمل اکارت گئے اور وہ خسارے میں پڑ گئے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل ایمان سے دوستی اور اُن کی نصرت و حمایت کی توفیق دے اور یہود و نصاریٰ سے دوستی کی روش اپنانے سے بچائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

معمارِ پاکستان نے کہا

مسلمانوں کو ایک فردِ واحد کی طرح رکھنے والی چیز کیا ہے؟ وہ کون سی چٹان اور کون سا لنگر ہے؟ وہ اسلام ہے، عظیم کتاب قرآن مجید ہے۔ یہ مسلم انڈیا کے جہاز کا لنگر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم جوں جوں آگے بڑھیں گے ہماری وحدت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوتا جائے گا۔

(دسمبر 1943ء میں مسلم لیگ کے اجلاس کراچی کے اختتام پر قائداعظم کا پیغام)

امن، ایمان اور سلامتی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دو ہفتے انجمن محبان امریکا پر بہت بھاری گزرے۔ ملالہ کتاب کی یلغار اور ڈرون حملوں کی سنگینی کا قوم پر (10 سال بعد) انکشاف کارکنان انجمن کو بہت بدمزہ کرتا رہا۔ قوم کا موڈ بدل گیا۔ سالہا سال کی محنت غارت ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ دہشت گردی کی صنعت سے فیض پانے والوں کا کاروبار مندا ہونے کے امکانات ہو چلے تھے۔ ہر طرف امن امن، مذاکرات کی پکار تھی۔ اس جنگ کا الاؤ بھڑکانے اور آگ نہ بجھنے دینے والوں نے ڈرون مداوا کر دیا۔ حکیم اللہ محسود ''شہید ہو گئے''، ''جاں بحق ہو گئے''، ''مارا گیا''۔ حسب توفیق/ضرورت، اعلان ہو گیا۔ ہمیشہ کی طرح اولین مصدقہ اطلاع ہمارے سکیورٹی اہلکاروں نے دی۔ تصدیق کا حقیقی ذریعہ ہو بھی یہی سکتا تھا! چودھری نثار نے وزارت دفاع کے دفاع میں جذبات کی ساری تندی صرف کر دی ''امن مذاکرات پر ڈرون حملہ ہو گیا''۔ تاہم دو تین دن کے اندر ہی اس غبارے سے ہوا خود ہی نکلنی شروع کر دی۔ اُدھر حقیقت پر پردہ ڈالنا یوں مشکل ہو گیا کہ (سویلین حکومت کا بظاہر غم و غصہ اور) پس پردہ حکیم اللہ محسود جوائنٹ پاکستان امریکا آپریشن کا راز کھلنے لگا۔ فوج کا نہایت معتبر ریٹائرڈ نفس ناطقہ میجر جنرل عباس اطہر اپنی خوشی چھپا نہ سکے اور اعلان فرما دیا ''امریکا نے حکیم اللہ کو مار کر ہم پر احسان کیا ہے''۔ دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہو گیا۔ طالبان نے بھی جوائنٹ آپریشن کی تصدیق کر دی۔ امریکا تنہا ڈرون حملہ کر ہی نہیں سکتا۔ ڈرون غل غپاڑے میں یہ تو واضح ہو ہی چکا ہے بار بار!

ڈرون ملبے کا دھواں، گرد و غبار چھٹا تو یو ایس ایڈ صحافی، اینکرز اور سیکولر دانشور آخری انتہا تک دو ہفتوں کی بدہضمی کا مداوا کرنے لگے۔ کسی کو حکیم اللہ کے فارم ہاؤس نظر آنے لگے۔ (وہاں 10 مرلے کا گھر بھی بندھی گائے بکری، مرغیوں کے ساتھ فارم ہاؤس ہوتا ہے!) کوئی سی آئی اے کے ''شہداء'' (حکیم اللہ محسود، ابو دجانہ جوائنٹ آپریشن) کے لیے آبدیدہ ہوتا رہا۔ کوئی اپنی اظہر من الشمس اسلام بیزاری کے باوجود شہادت کا تمغہ حکیم اللہ سے چھیننے (ہالبروک کے لگانے؟) کو بے قرار رہا۔ سیکولر دانشوروں کا اس بحث میں الجھنا یوں بھی دور از کار ہے۔ یہ ان کے فہم سے بالاتر ہے۔ اسے اللہ پر چھوڑ دیجیے جو میڈیا کے مشوروں کا محتاج نہیں! عوامی مقامات پر حملوں کی یاد ستاتی رہی۔ جوش و جذبے میں وہ یہ بھول گئے کہ حکیم اللہ اور ان کے ترجمانوں کی طرف سے پہلی مرتبہ میڈیا کو یہ بھی بتانا پڑا کہ وہ عوامی مقامات پر حملہ نہیں کرتے۔ ان کا واضح ہدف امریکا، نیٹو اور ان کے مقامی معاونین ہیں۔ وہ تو خود عوام کی آزادی/رہائی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

بار بار یہ پہاڑہ طوطے کی طرح پڑھا گیا کہ طالبان کی وجہ سے اتنے سویلین مارے گئے۔ جبکہ قبائل میں اتنے سالوں میں کتنے جاں بحق ہوئے؟ کتنی لاشیں پھینکی گئیں؟ ڈرون کی حقیقت تو کھل گئی غلط (شہری ہلاکتوں کے) اعداد و شمار کی۔ وگرنہ سبھی کو دہشت گردوں کے کھاتے میں ڈال کر حساب برابر کر دیا گیا تھا۔ عین یہی معاملہ قبائل میں ہوا۔ اس کے لیے انتظار فرمایئے۔ کسی گورے کا ضمیر جاگے، کوئی آمادہ بہ تحقیق ہو اور رخ روشن سے نقاب ہٹا کر یہ کہانیاں بھی عام کر دے تو ''او آئی سی'' کی طرح ہم بھی سوئے ہوئے جاگیں Oh I see ! کہتے ہوئے! یہ غریب عوام گویا کیڑے مکوڑے ہیں جنہیں امریکا کی فرمائش پر ہم گن شپ ہیلی کاپٹروں، جہازوں، توپخانوں سے مار رہے تھے اور جنرل شاہد عزیز کو بھی بالآخر کاغذ پر حق اگلنا پڑا! داڑھی پگڑی نماز مساجد والوں کا (count body) لاشیں گننے کا معاملہ نہیں ہوا کرتا خواہ افغانستان میں ہو یا قبائل میں! تاہم یہ غیر ذمہ دارانہ بیان کہاں تک پاکستان کو لے کر جائے گا؟ 'حکیم اللہ مار کر احسان کیا'۔ امریکا تو احسانات پر تلا بیٹھا ہے۔ اسامہ بن لادن مار کر احسان کیا۔ لال مسجد جامعہ حفصہ پر فاسفورس برسا کر احسان کیا۔ اسی احسان کا یہ بدلہ ہے کہ انصاف قتل ہو گیا۔ پرویز مشرف کو رہا کر دیا گیا! ایک ''delete'' کی کمانڈ پر کمانڈو پاک پوتر ہو گیا۔ کتاب میں کیے بانگ دہل اعترافات ان گنت ویڈیو کلپس میں کیے اقرار جرم کے باوجود گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے لیے ایک اور ریکارڈ قائم ہو گیا۔ قتل اکبر بگٹی، عدلیہ پر شب خون، کراچی کی خونریزی، لال مسجد جامعہ حفصہ، ڈاکٹر عافیہ سمیت سینکڑوں عرب مجاہدین، عرب علماء کا بیوپاری بیک جنبش قلم آزاد ہو گیا! سیکولرازم، روشن خیالی اتنی کٹھور، بے انصاف، یک چشمی ہو سکتی ہے کہ اس سارے منظر نامے میں قابل اعتراض کچھ بھی نہیں؟ بات وہی ہے۔ روندی امریکا نوں لے لے ناں ملالہ/حکیم اللہ/فضل اللہ دا! ڈالر بہت رلاتے ہیں! یہ امن نہیں چاہتے، مذاکرات نہیں چاہتے۔ لیجیے اب مولوی فضل اللہ آ گئے! ہن آرام اے۔۔۔؟

اب آپ کو حکیم اللہ محسود یاد آئیں گے! لیکن امریکی آپ کا کھیت عرصہ ہوا چگ گئے! آپ لاکھ اچھل اچھل کر انہیں ''را'' اور امریکا کے ایجنٹ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ لیکن اب کون نہیں جانتا کہ ہمارے بزرجمہر خود سی آئی اے کی گود میں بیٹھے ہوئے بھارت دوستی کی چوسنی منہ میں لیے، آئی ایم ایف کی بوتل کا دودھ پی رہے ہیں۔ چھلنی کیا بولے جس میں بہتر سو چھید! فضل اللہ افغان طالبان کے بیچ بیٹھے ہیں۔ حکیم اللہ پر حملے کی سخت مذمت افغان طالبان کی طرف سے آ چکی۔ کرزئی سے پینگیں بڑھانے اور امریکا سے مل کر نقصان پہنچانے پر ملا عمر اظہار ناراضی کر چکے۔ ہوش کے ناخن جتنی جلد لے لیں بہتر۔ عوام بھی الرٹ ہو جائیں۔ حکمرانوں کی (سیاسی، عسکری) پہلی دو صفیں (بشمول اپوزیشن کے بڑے سیاستدان) دبئی، یورپ، امریکا میں گھر بار بنائے بیٹھی ہیں۔ ٹیلی ویژن پر منڈیاں لگانے والے بھی سر پر پاؤں رکھ کر دوڑ لگا دیں گے۔ جن طالبان سے ساری ماڈرن، سائنس ٹیکنالوجی یافتہ، روشن خیال ترین دنیا مل کر نہ نمٹ سکی۔ بارہ سالوں میں ہم بھی لہو لہان ہوئے پڑے ہیں۔ اب اپنا سوچیں۔۔۔ کچھ اپنا ٹھکانہ کر لیں! جو مظالم قبائل میں ڈھائے گئے ہیں ان

بارے سرحد پار انہی کے ہم قبیلہ، ہم قبلہ بھائیوں نے پلٹ کر آپ سے پوچھ لیا تو کیا جواب بن پائے گا؟ نئی حکومت کے ساتھ کچھ بھی نہیں بدلا۔ اسی پرانی تنخواہ پر امریکا کی ملازمت جاری ہے۔ جرنیلوں کی سبکدوشی، تقرری تک کے لیے نگاہیں ادھر لگی ہیں۔ رویہ بھی وہی ازلی ہے امریکی تکبر کا۔۔۔۔

میرا یہ حال بوٹ کی ٹو چاٹتا ہوں میں
ان کا یہ حکم دیکھ میرے فرش پہ نہ رینگ!

ڈرون حملے جاری رہیں گے۔ ایک کالم میں یہ سوال درج تھا کہ شک کی بنیاد پر ڈرون حملہ کر دینا کون سے بین الاقوامی قانون کی رو سے جائز ہے؟ 9/11 کے بعد کا قانون محاورے کی دنیا سے نکل کر برسرزمین آچکا ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس''۔ لہٰذا دنیا پر امریکی لاٹھی اور مقامی طور پر چھوٹی لاٹھیوں والے سارے باڑوں پر قابض ہیں۔ شک کا سارا فائدہ موجودہ قوانین (تحفظ لاٹھی آرڈیننس) کی رو سے انہی لاٹھی برداروں کو ملتا ہے اور نقصان سارا (داڑھی والے) مشکوکوں کے حصے آتا ہے۔ ''شک'' سب سے معتبر ہے۔ ان کے شک پر شک کرنے کا رسک نہیں لیا جا سکتا! یہ عجب اتفاق ہے کہ نفاق کی بیماری کا اہم ترین عنصر بھی ''شک'' ہے۔ خاموشی سے پڑھ لیجیے۔ کتاب وہ ہے کہ لاریب فیہ۔ ہر شک سے بالاتر! واحد مستند سچی کتاب! ''تم نے خود اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا، موقع پرستی کی۔ شک میں پڑے رہے اور جھوٹی توقعات تمہیں فریب دیتی رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ گیا اور آخر وقت تک وہ بڑا دھوکہ باز (شیطان) تمہیں اللہ کے معاملے میں دھوکا دیتا رہا۔'' (الحدید-14) آگے انجام المناک خوفناک ہے۔ اللہ محفوظ رکھے۔ ہمیں ''شک'' میں پڑنے سے بچائے۔ شک، فریب، جھوٹ، دجل کی اس عالمی جنگ سے نکالے۔ آمین۔ محرم الحرام کا چاند مسنون دعا یاد دلاتا ہے۔ اللہ اسے نئے سال میں پاکستان اور اہل پاکستان کے حق میں پورا فرما دے۔ ''اے اللہ تو اسے طلوع فرما ہم پر امن اور ایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ۔ اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جس کو تو پسند کرتا ہے۔ اے ہمارے رب۔ اور جس سے تو راضی ہوتا ہے''۔ (آمین)

☆☆☆

اظہار خیال

میز کی دوسری طرف

جاوید چودھری

دنیا کا نامور نفسیات دان سگمنڈ فرائڈ یہودی تھا۔ اس کا والد جیکب فرائڈ اُون کا کاروبار کرتا تھا۔ یہ لوگ آسٹریا میں رہتے تھے۔ سگمنڈ فرائڈ کا والد سر پر یہودیوں کی مخصوص ٹوپی رکھتا تھا۔ فرائڈ بچپن میں اپنے والد کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ یہ لوگ فٹ پاتھ پر آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ وہاں سے اچانک جرمن نوجوانوں کا ایک گروپ گزرا۔ انہوں نے فرائڈ کے والد کو دیکھا تو اس کے سر سے ٹوپی نوچی، سڑک پر پھینکی، ننگی گالیاں دیں، تھپڑ اور ٹھڈے مارے اور فرائڈ کے والد کو فٹ پاتھ پر گرا کر چلے گئے۔ فرائڈ کا والد اٹھا، اس نے سڑک سے ٹوپی اٹھائی، جھاڑی، سر پر رکھی اور بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑا۔ فرائڈ نے گھر واپس پہنچ کر والد سے پوچھا ''ہمارے ساتھ بہت برا سلوک ہوا مگر آپ خاموش رہے کیوں؟''، والد نے اثبات میں سر ہلایا اور بولا ''بیٹا، میں اگر چاہتا تو میں بھی ان سے بھڑ جاتا، میں گالی کا جواب گالی سے دیتا، پانچ تھپڑوں کے جواب میں ایک تھپڑ مار دیتا، ان میں سے کسی ایک کو جکڑ کر نیچے دبا لیتا لیکن میں اگر ایسا کرتا تو تم پوری زندگی لوگوں سے بھڑتے رہتے اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں۔'' فرائڈ غور سے والد کی طرف دیکھنے لگا، والد نے کہا ''بیٹا تم اس ملک میں اقلیت ہو، تم مار کھانے کے لیے تیار رہو اس وقت تک جب تک تمہارا نام مارنے والوں کے تھپڑوں اور ٹھڈوں سے بڑا نہیں ہو جاتا۔''

فرائڈ کا والد پڑھا لکھا اور سمجھدار شخص تھا۔ فرائڈ بھی دانشور اور نفسیات دان تھا۔ چنانچہ وہ فرد کی غلطی، فرد کے ظلم کو فرد کا ظلم اور غلطی سمجھتا تھا۔ وہ اسے اجتماعی ظلم اور غلطی نہیں بناتا تھا۔ یہ فرق ایک ان پڑھ اور پڑھے لکھے شخص کا فرق ہوتا ہے، ان پڑھ پر کوئی ایک پنجابی، کوئی ایک سندھی، کوئی ایک پشتون یا کوئی ایک بلوچی ظلم کرے تو وہ دل میں پوری کمیونٹی کے خلاف نفرت پال لیتا ہے، وہ اس ظلم کا بدلہ ہر بلوچی، ہر پشتون، ہر سندھی اور ہر پنجابی سے لیتا ہے جبکہ پڑھا لکھا شخص یہ سمجھتا ہے تمام لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اگر کوئی ایک شخص بُرا ہے تو ضروری نہیں اس شخص کے قبیلے کا ہر شخص بُرا ہو گا۔ قبیلے میں اچھے لوگ بھی ہوں گے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں میں جس قبیلے یا خاندان سے تعلق رکھتا ہوں، اس کے سارے لوگ بھی اچھے ہوں گے، میرے قبیلے کے لوگ بھی برے اور ظالم ہو سکتے ہیں اور یہ وژن ہی سچا اور اصل ہوتا ہے۔ ہمارے دائیں بائیں سترہ مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ ہمارے بہن بھائی بھی برے، ظالم اور بدمعاش ذہنیت کے مالک ہو سکتے ہیں اور یہ بھی سچ ہے دنیا کا برے سے برا شخص بھی چوبیس گھنٹے برا نہیں ہوتا، ہم اپنے ساتھ ہونے والے واقعات کی بنیاد پر دوسرے کے بارے میں رائے بناتے ہیں، ایک شخص مرتے ہوئے زخمی کو خون پہنچانے کے لیے گن پوائنٹ پر موٹر سائیکل چھین لیتا ہے، یہ زخمی کے لیے فرشتہ اور موٹر سائیکل مالک کے لیے شیطان ہو گا۔ زخمی پوری زندگی اسے دعائیں دے گا جبکہ موٹر سائیکل کا مالک موٹر سائیکل واپس ملنے کے باوجود اسے ہمیشہ اپنی بددعاؤں میں یاد رکھے گا۔ یہ حقیقت ہے لیکن ایسی حقیقتوں تک پہنچنے کے لیے آپ کا پڑھا لکھا، سمجھ دار، دانشور اور نفسیات دان ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ہم میں نفسیات دان، دانشور، سمجھ دار اور پڑھے لکھے لوگ کتنے ہوتے ہیں؟ ہم میں سے زیادہ تر لوگ زخمی ہوتے ہیں یا پھر چھینے جانے والی موٹر سائیکل کے مالک اور ہم صرف اپنے ساتھ ہونے والے کسی ایک واقعے کی بنیاد پر پوری زندگی کی فلاسفی بناتے ہیں اور مرنے تک اس کے ساتھ چپکے رہتے ہیں۔ ہم فرد کے ظلم کو فرد کا ظلم اور فرد کی مہربانی کو فرد کی مہربانی نہیں سمجھتے، ہم اسے اجتماعی شکل دے دیتے ہیں۔

ہماری ریاست اور طالبان کے درمیان بھی یہی معاملہ ہے اور ہم جب تک اس معاملے کی نفسیاتی گتھیاں نہیں سلجھائیں گے، ہم اس وقت تک یہ معاملہ سلجھا نہیں سکیں گے۔ آپ ایک لمحے کے لیے طالبان بن جائیں، آپ میز کی اس سائیڈ سے اٹھ کر دوسری سائیڈ پر چلے جائیں۔ طالبان بھی ایک لمحے کے لیے پاکستانی ریاست بن جائیں۔ یہ بھی ایک لمحے کے لیے میز کی اس سائیڈ سے دوسری سائیڈ پر آ جائیں۔ تصویر کی دونوں سائیڈیں سامنے آ جائیں گی۔ طالبان کون ہیں، یہ لوگ ڈرون، امریکی یلغار اور اداروں کے چند عاقبت نااندیش لوگوں کے ستائے ہوئے لوگ ہیں، آپ خود سوچئے آپ کے گھر پر جب ڈرون حملہ ہوگا اور آپ اپنے بے گناہ والدین، بہن، بھائیوں اور عزیز رشتے داروں کی نعشوں کے ٹکڑے اٹھائیں گے تو کیا آپ کا ذہنی توازن درست رہے گا؟ آپ اگر سگمنڈ فرائڈ کی طرح بہت زیادہ پڑھے لکھے اور سمجھ دار نہیں ہیں، تو کیا آپ ڈرون حملہ کرنے اور ڈرون حملوں میں مدد دینے والوں سے بدلہ نہیں لینا چاہیں گے؟ یہ حقیقت ہے دکھ انسان کو انسان نہیں رہنے دیتا، یہ انسان کو درندہ بنا دیتا ہے اور انسان انتقام میں اپنی جان تک کی پروا نہیں کرتا۔ آپ یہ بھی سوچئے، اگر کوئی شخص یا ادارہ آپ کے بھائی، والد یا بیٹے کو اچانک اٹھا لے جائے، اس پر انسانیت سوز تشدد کیا جائے اور آپ کو اس کی کٹی پھٹی لاش ملے یا پھر پانچ پانچ دس دس سال تک آپ کو اس کی کوئی خبر نہ ملے تو کیا آپ ذہنی طور پر نارمل رہیں گے؟ آپ یہ بھی سوچئے، جب ریمنڈ ڈیوس آپ کے سامنے سے مسکراتا ہوا واپس چلا جائے گا یا پھر امریکی کمانڈوز ملک کے بڑے بڑے شہروں میں دندناتے پھریں گے اور ہماری ریاست انہیں روک نہیں سکے گی تو کیا آپ نارمل رہ سکیں گے۔ آپ یہ بھی سوچئے، آپ دین دار شخص ہیں، آپ قرآن مجید اور مسجد کو جان سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور آپ کی نظروں کے سامنے لال مسجد کی بچیوں کو فاسفورس بموں سے اڑا دیا جائے گا اور ریاست چھ سال میں یہ تعین نہیں کر سکے کہ لال مسجد آپریشن کا حکم یا اجازت کس نے دی تھی تو کیا آپ نارمل رہ سکیں گے؟ کیا آپ پولیس سے انتقام نہیں لیں گے اور کیا آپ سیاستدانوں، فوج، آئی ایس آئی اور تماشا دیکھنے والے عام شہریوں کو ملزم نہیں سمجھیں گے؟ آپ یہ بھی سوچئے، آپ جب ذاتی یا ریاستی مفادات کے لیے عام لوگوں کو جہاد کے نام پر اکٹھا کریں گے، آپ انہیں ٹریننگ دے کر افغانستان اور کشمیر بھجوائیں گے اور آپ کے مفادات جب پورے ہو جائیں گے تو آپ انہیں تنہا چھوڑ دیں گے یا پھر آپ ان کے وجود تک سے منکر ہو جائیں گے تو کیا یہ لوگ اسے دھوکا نہیں سمجھیں گے اور یہ اس دھوکے کا بدلہ لینے کی کوشش نہیں کریں گے؟ اور آپ یہ بھی سوچئے، ہم جب 60 سال تک ملک کے ایک طبقے کو جان بوجھ کر شعور، تعلیم اور آگہی سے محروم رکھیں گے، ہم انہیں مسجدوں کے چندوں اور مخیّر حضرات کے صدقوں پر پلنے دیں گے تو کیا یہ لوگ ایک دن جمع ہو کر ہمارا گلا نہیں پکڑیں گے؟ یہ ہم سے اپنی مرضی کا چندہ نہیں مانگیں گے۔ یہ وہ حقیقتیں ہیں جن تک ہماری ریاست اس وقت تک نہیں پہنچ پائے گی جب تک یہ میز کی دوسری طرف بیٹھے لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھتی، یہ ان کے درد اور دکھ کے پھوڑے نہیں دیکھتی، یہ ان کے زخموں کا مطالعہ نہیں کرتی۔

> طالبان ڈرون، امریکی یلغار اور اداروں کے چند عاقبت نااندیش لوگوں کے ستائے ہوئے لوگ ہیں۔ آپ خود سوچئے آپ کے گھر پر جب ڈرون حملہ ہوگا اور آپ اپنے بے گناہ والدین، بہن، بھائیوں اور عزیز رشتے داروں کی نعشوں کے ٹکڑے اٹھائیں گے تو کیا آپ کا ذہنی توازن درست رہے گا؟

میری طالبان سے بھی ایک درخواست ہے، آپ بھی ایک لمحے کے لیے میز کی اس سائیڈ پر آ جائیے اور آپ ریاست کے ساتھ بیٹھ کر دیکھئے، کیا چند لوگوں کی زیادتی کا بدلہ پورے معاشرے سے لینا جائز ہے؟ کیا چند لوگوں کے ظلم کی وجہ سے پورے پورے ادارے مجرم ہو گئے؟ کیا اپ ان اداروں میں کام کرنے والے بے گناہوں کو بھی سزا دیں گے؟ کیا آپ سڑک پر چلتے ہوئے ان لوگوں کو بھی نشانہ بنائیں گے، جو اپنی بچیوں، اپنے بچوں کے لیے رزق تلاش کرنے کے لیے گھر سے نکلے ہیں؟ کیا آپ زندگی کے ہاتھوں مرے ہوئے لوگوں کو ماریں گے، آپ اس بوسیدہ اور ظالمانہ نظام کے شکنجے میں پھنسے ہوئے معصوم لوگوں کو بھی مجرم سمجھتے ہیں اور کیا آپ اس ریاست کو بھی توڑنا چاہتے ہیں جو لا الٰہ الا اللہ کے نام پر وجود میں آئی تھی۔ ہم سب اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ اسلام بے گناہ اور معصوم لوگوں کو مارنے سے نافذ نہیں ہو سکے گا، آپ ملک کے کسی ایک شہر کو مدینہ بنا دیں، آپ اسے امن، شانتی اور سکون کا گہوارہ بنا دیں، یہ پوری ریاست اسلامی ہو جائے گی۔ آپ آیئے بلدیاتی الیکشن لڑیئے، کسی ایک شہر میں اپنی انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیجئے، یہ پورا ملک آپ کا ہو جائے گا، آپ اگر 12 ہزار 3 سو 52 کلو میٹر دور بیٹھے امریکا اور اس کے بھجوائے ہوئے ڈرونز کا بدلہ معصوم اور بے گناہ پاکستانیوں سے لیتے رہے تو اسلامی نظام کا خواب خواب ہی رہے گا، یہ کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا اور ایک آخری بات، آپ کو معلوم ہے نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے وقت حضرت ابو سفیانؓ کے گھر کو دارالامان کیوں قرار دیا تھا؟ اس کی درجنوں وجوہات ہو سکتی ہیں مگر ایک وجہ ایک چھوٹے سے احسان کا بدلہ بھی تھا۔ اسلام کے ابتدائی دنوں میں ابوجہل نے مکہ کے بچوں کے ہاتھ میں پتھر دیئے اور یہ پتھر نبی اکرم ﷺ پر برسانے کا حکم دیا۔ بچوں نے پتھر مارنا شروع کر دیئے، آپ ﷺ دوڑ پڑے، بچے پتھر لے کر پیچھے پیچھے دوڑنے لگے۔ آپ ﷺ کے راستے میں ابوسفیان کا گھر آ گیا، ابوسفیان نے آپ ﷺ کو اپنے گھر میں پناہ دی اور بچوں کو ڈانٹ کر بھگا دیا، یہ وہ احسان تھا جسے نبی اکرم ﷺ نے پوری زندگی یاد رکھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن حضرت ابوسفیانؓ کے گھر کو دارالامان قرار دے دیا اور آپ یہ بھی ذہن میں رکھیں نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی دشمن وہ ہندہ جس نے حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا، وہ اسی گھر میں رہتی تھی۔ میری طالبان سے درخواست ہے، اس ریاست نے بھی آپ پر بہت احسان کئے ہیں، یہ تین چوتھائی عمر آپ کو پناہ دیتی رہی، آپ نبی اکرم ﷺ کی سنت ادا کرتے ہوئے اسے دارالامان قرار دے دیں، آپ اس گھر کے عام اور بے گناہ لوگوں کی جان بخشی کر دیں، اللہ آپ کو اجر دے گا۔

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'' 12 نومبر 2013ء)

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

حکیم اللہ محسود کی شہادت اور طالبان سے حکومتی مذاکرات

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

میزبان: ایوب بیگ مرزا

مہمانانِ گرامی:
سید منور حسن (امیر جماعتِ اسلامی)
حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

سوال: حکیم اللہ محسود کی شہادت سے پہلے عام پاکستانیوں میں اُن کے اینٹی پاکستانی ہونے کا تاثر تھا۔ کہا جاتا تھا کہ اُس نے اپنے مخالفین کی گردنیں اڑائی ہیں اور معصوم پاکستانیوں کو ہلاک کیا ہے لیکن ڈرون حملے میں اُن کی شہادت کے بعد عجیب اتفاق ہے کہ آپ نے بحیثیت امیر جماعتِ اسلامی اور حافظ عاکف سعید نے بحیثیت امیر تنظیم اسلامی ایک ہی دن اُس کو شہید قرار دیا۔ سوال یہ ہے کہ آپ نے کس بنیاد پر انھیں شہید قرار دیا ہے۔ قرآن و حدیث کے کسی حوالے سے یا اس بنیاد پر کہ وہ امریکا کے خلاف لڑ رہے تھے اور امریکا نے انہیں مارا ہے ۔ اس حوالے سے آپ کے خیالات کیا ہیں؟

منور حسن: حکیم اللہ محسود ایک جانا پہچانا نام ہے۔ اس کے بارے میں جتنی تخریبی کارروائیوں کا ذکر کیا جاتا ہے اُن کا کوئی ثبوت کسی کے پاس نہیں ہے۔ گویا وہ محض الزامات ہیں۔ حکومت کے اُس کے ساتھ ”کچھ لو اور کچھ دو“ کی بنیاد پر مذاکرات یا افہام و تفہیم خود اس بات کا اعتراف ہے کہ حکومت پاکستان اُس کو ایسا مجرم نہیں سمجھتی تھی کہ جس سے بات ہی نہ ہو سکتی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابتدائی دنوں سے ہی افغانستان اور پاکستان میں امریکی مفادات کو نقصان پہنچانے، امریکی ترجیحات کو ڈسٹرب کرنے اور امریکی سوچ کو شکست سے دوچار کرنے کے لیے حکیم اللہ محسود اور ان کے ساتھی کام کرتے رہے ہیں۔ دوسرے ہمیں اپنی حکومتوں کے کردار پر بڑا شدید اعتراض ہے کہ امریکا افغانستان کے اندر ایک شرعی حکومت کو ختم کرنے کے لیے واشنگٹن سے یہاں تک آیا اور ہماری حکومتوں نے امریکا کا ساتھ دے کر اس شرعی حکومت کو تہس نہس کر دیا، اس کا جینا دوبھر کر دیا۔ اگرچہ بارہ سال کی جنگ کے نتیجے میں امریکا کا جو کچھ بنا وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے، باوجودیکہ امریکا کو انٹیلی جنس نیٹ ورک ، ایئر پورٹس کی فراہمی اور ڈرون حملوں کی اجازت کے حوالے سے بے شمار سہولتیں فراہم کی گئیں لیکن امریکا کا انجام سب کے سامنے ہے۔ اس پیش منظر میں نئے سوال پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً بنیادی سوال یہ ہے کہ کوئی امریکی مارا جائے تو کیا اس کو شہید کہیں گے، بالکل نہیں۔ سب کا اس پر اتفاق ہے۔ لیکن امریکی جس مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں، اس کی حمایت کرنے والے اگر مسلمان ہیں جو اس کو لاجسٹک سپورٹ دے رہے ہیں، اس کو تمام سہولتیں فراہم کر رہے ہیں یا طالبان کی شرعی حکومت کو ختم کرنے کے لیے دن رات کا ساتھ دے رہے ہیں تو وہ کیسے شہید ہوں گے؟ آپ کو اصل سوال یہ کرنا چاہیے تھا۔ حکیم اللہ محسود کا نقطہ نظر ایک سے زیادہ مرتبہ سامنے آیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم سے یہ بات کی گئی تھی کہ ہم یہاں امریکی مفاد کے لیے کوئی کام نہیں کریں گے اور اس کا ساتھ نہیں دیں گے، جبکہ عملاً اس کے بالکل اُلٹ ہو رہا ہے۔ اس لیے ان کا کہنا تھا کہ ہم نے جو معاہدے حکومت پاکستان سے کیے تھے وہ ختم ہو گئے۔ اس اعتبار سے میں سمجھتا ہوں کہ جس شخص نے عمر کا بڑا حصہ امتِ مسلمہ اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن امریکا کے خلاف جنگ کرنے میں صَرف کیا ہو اگر امریکی حملے میں مارا جائے تو اس کو شہید کہا جا سکتا ہے۔

سوال: جیسا کہ امیر جماعت اسلامی نے کہا کہ حکیم اللہ محسود امریکا کا نشانہ بنا ہے۔ آپ اس حوالے سے کیا کہیں گے؟

حافظ عاکف سعید: کسی کو شہید کہنا یا نہ کہنا بڑا حساس ایشو ہے ۔ بہرحال دین میں ہمیں جو راہنمائی ملتی ہے اس میں یہ بات بھی ہے کہ بعض اوقات ہم کسی کو شہید سمجھ رہے ہوتے ہیں، لیکن اللہ کی نظر میں وہ شہید نہیں ہوتا۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین افراد کا معاملہ اللہ کی عدالت میں پیش ہو گا۔ ان میں سے ایک شہید ہے۔ کہ وہ شخص اپنے آپ کو شہید سمجھتا تھا اور اس کے جاننے والے اس دور کے تمام لوگ بھی اس کو شہید قرار دے رہے تھے، لیکن اللہ کے ہاں معاملہ مختلف ہو گا، اس لیے کہ فیصلہ نیت پر ہو گا۔ اس پہلو سے اگر میں غلط نہیں ہوں تو مولانا سمیع الحق صاحب نے درست بات فرمائی ہے کہ حکیم اللہ شہید ہوا یا نہیں یہ نیت کا معاملہ ہے جو اللہ بہتر جانتا ہے۔ ہم صرف یہ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ بظاہر احوال کن لوگوں کی صف میں کھڑا ہوا تھا۔ یہ بڑی اہم بات ہے۔ ﴿ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ﴾ (النساء:76) ”جو سچے اہل ایمان ہیں وہ اللہ کی راہ میں (اللہ کے دشمنوں سے) جنگ کرتے ہیں۔“ ان کی جنگ کا مقصد اللہ کے دین کا غلبہ ہوتا ہے یعنی رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنا۔ جبکہ دوسرا گروہ وہ ہے جو ان کے مدمقابل ہے ﴿ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ الطَّاغُوۡتِ ﴾ (النساء:76) ”اور جو کافر ہیں وہ طاغوت (شیطانی نظام) کی راہ میں قتال کرتے ہیں۔“ دنیا میں حقیقت میں دو ہی گروہ ہیں: اللہ کا گروہ اور شیطان کا گروہ۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ہم کس گروہ کے ساتھ ہیں، کس کی صف کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم پاکستانی اسلامی حکومت کے خلاف امریکا کے فرنٹ لائن اتحادی بنے ۔ یہ کام شریعت سے بغاوت اور غداری تھا۔ گویا ہم اللہ کے باغیوں کی صف میں علی الاعلان کھڑے ہوئے ہیں۔ کسی موقع پر ہم نے اگر ذرا سی کمی کی تو امریکا پیچھے سے کوڑا برسا کر کہتا تھا ”ڈو مور“۔ یہ ایک بڑی تلخ حقیقت ہے کہ ہم اتنے ذلیل ہو کر امریکا کے قدموں میں پڑے رہے اور اُوپر سے وہ کوڑے بھی برساتا رہا۔ ہماری اسی سٹریٹیجی کے خلاف کچھ لوگوں نے ہتھیار اُٹھائے۔ اس کا پس منظر جاننے کے لیے میں چاہوں گا کہ ذرا پیچھے جا کر دیکھیں کہ ان لوگوں نے ہتھیار اُٹھائے کیوں؟ یہ وہی قبائلی ہیں جو ہمیشہ پاکستان اور اسلام کے وفادار رہے ہیں۔ مغربی سرحد کی ہمیشہ حفاظت کرنے والے یہی قبائلی تھے۔ پھر یہ قبائل ہمارے دشمن کیسے بنے؟ بات یہ تھی کہ امریکی دباؤ پر جب ہم امریکا کے فرنٹ لائن اتحادی بنے تو امریکا نے پرویز مشرف پر دباؤ ڈالا کہ قبائلی علاقوں پر فوجی ایکشن کرو، کیونکہ ان علاقوں کے میں کچھ مجاہدین رہ رہے ہیں جو افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کے لیے آئے تھے۔ مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس وقت وہ کس کی تائید سے یہاں آئے تھے۔ اس وقت چونکہ امریکا کا اپنا مفاد تھا اس لیے اس وقت وہ مجاہدین کہلاتے تھے۔ بلاشبہ وہ

مجاہدین ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں اور اب جبکہ انہوں نے دیکھا کہ امریکا نے ایک اسلامی حکومت کو ختم کیا ہے تو وہ امریکا کے خلاف سربکف ہو گئے۔ بہرحال امریکی دباؤ کے نتیجے میں 2004ء میں وزیرستان میں جب پہلی مرتبہ فوجی ایکشن ہوا تھا تو مجھے یاد ہے کہ پاکستان کے تمام سمجھ دار اور ملک کے بہی خواہ بیک آواز کہہ رہے تھے کہ یہ بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنے کے مترادف ہوگا اور اس کے ہولناک نتائج نکلیں گے۔ یہ لوگ اگرچہ پاکستان اور اسلام کے وفادار رہے ہیں، لیکن قبائلیوں کے مزاج میں انتقام ہے۔ کوئی ان پر ناحق ظلم کرے تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔ یہ ان کی عادت ہے۔ یہ ان کے خون میں رچا بسا ہے۔ یہ سب کو معلوم تھا۔ چنانچہ ان کی پوزیشن کے حوالے سے ہمیں قرآن سے جو راہنمائی ملتی ہے وہ بہت مختلف ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں اللہ کے ان بندوں کے اوصاف بیان ہوئے ہیں جو اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں اور اللہ کے وفادار اور مخلص ہیں۔ اُن میں ایک وصف یہ بھی بیان ہوا جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے وہ بدلہ لیتے ہیں۔ مظلوم کو یہ حق قرآن دے رہا ہے کہ وہ اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کا بدلہ لے سکتا ہے۔ آگے انہی آیات میں فرمایا کہ اصل مجرم وہ ہیں جو اپنی قوت کے بل پر دوسروں پر ظلم کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں مجاہدین کی کارروائیاں اسی ظلم کا نتیجہ یا ری ایکشن ہے۔ ظالم وہ ہے جو اپنی قوت کے بل پر دوسروں کو دبانے کی کوشش کرتا ہے اور لاٹھی کا استعمال کرتا ہے۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس دنیا میں امریکا کا کردار ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' والا ہے۔ ساری دنیا کے حوالے سے لاٹھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ حکیم اللہ نے کہا کہ پاکستانی فوج اگر امریکا کی فرنٹ لائن اتحادی ہے تو پھر ہم اس کو امریکا کی طرح ہی treat کریں گے۔ اس منطق کے تحت اگر آپ امریکا کے فرنٹ لائن اتحادی ہیں تو پہلا نشانہ آپ ہی بنیں گے۔ یہ ہے صورت حال جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ دراصل طالبان کے زیر اثر وہاں ایک اسلامی ماحول بنا، شریعت کی بالادستی اور نظام خلافت کی باتیں سننے کو ملتی رہیں۔ جبکہ پاکستان میں ہم نے 65 سال سے طاغوتی ابلیسی نظام کو سنبھال رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ ہمارا مطلوب تو اللہ کا دیا ہوا نظام چاہیے۔ اس سارے تناظر میں دیکھیں کہ حکیم اللہ کس صف میں کھڑا تھا، اور ہم کس صف میں کھڑے ہیں؟

سوال: حکومت پاکستان نے ستمبر میں ایک آل پارٹیز کانفرنس طلب کی تھی۔ اس میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہوا تھا کہ تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کیے جائیں گے۔ لیکن اس کے فوری بعد چند حادثات ہوئے۔ پاکستان کا ایک جنرل مار دیا گیا۔ پشاور میں ایک بس اُڑا دی گئی۔ تاہم ان وجوہات کی بنا پر مذاکرات میں کوئی تعطل نہیں آیا۔ ہمارے ہاں ایک طبقہ کہتا ہے کہ جب ان حوادث کی وجہ سے کوئی تعطل نہیں آیا تو حکیم اللہ محسود کو نشانہ نہ بنانے سے کیوں مذاکرات میں تعطل آیا؟

منور حسن: واقعاتی اعتبار سے تو اے پی سی کے فیصلے پر فوری عمل ہونا چاہیے تھا۔ اس لحاظ سے حکومت کی التواء کی پالیسی ناقابل فہم ہے۔ متفقہ طور پر قرارداد کی منظوری کے بعد جتنا وقت حکومت نے ضائع کیا، اس کے نتیجے میں تخریب کاری اور دہشت گردی کے واقعات میں اضافہ ہوا۔ اس کی ذمہ داری تو حکومت پر آتی ہے کہ انھیں جس عجلت میں کام کرنا چاہیے تھا اور جس تیزی کے ساتھ لوگوں کو اعتماد میں لینا چاہیے تھا وہ نہیں ہوا۔ اگرچہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ مذاکرات کے لیے آگے بڑھ رہی تھی۔ اگر ہم کسی عمل کی طرف بڑھ رہے ہوں تو وہ نظر بھی آنا چاہئیں۔ اگر مذاکرات کسی کو نظر نہ آئیں، کسی کو سنائی نہ دیں اور لوگ اخباروں کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار نہ کر سکیں تو ایسے مذاکرات کا کیا فائدہ؟ اے پی سی میں یہ تو فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ زیر زمین مذاکرات ہوں گے اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو گی۔ بہرحال حکومت کی مجرمانہ غفلت کی وجہ سے اور عین ممکن ہے کہ انھیں پہلے امریکا سے اجازت لینی ہو اسی وجہ سے یہ حادثہ پیش آیا۔ دوسرا میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکیم اللہ محسود کے اپنے سیکورٹی کے لیے بڑے بھاری انتظامات تھے کہ اب تک امریکی اس کو t race نہیں کر سکے تھے۔ وہ مذاکرات کی وجہ سے نسبتاً relex ہو گیا تھا۔ اسے ہونا بھی چاہیے تھا کہ حکومت پاکستان نے امریکا سے کوئی under standing کر لی ہوگی کہ تم مذاکرات کرلو، ہم کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے۔ اس کے ریلیکس ہونے کی وجہ سے امریکا کو موقع مل گیا۔ بہرحال اس کا جواب حکومت پاکستان کے ذمے ہے۔ میں سمجھتا ہوں اب بھی حکومت کو وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ انھیں مذاکرات کی میز بچھا دینی چاہیے اور کھل کر اعلان کرنا چاہیے کہ مذاکرات کر رہے ہیں، اس جگہ پر کر رہے ہیں اور اگر ہمارے اُوپر کوئی ڈرون حملہ ہوتا ہے تو اس کو سہنے کے لیے تیار ہیں۔ اس صورت میں دوسری ٹیم بھی ہم نے بنا دی ہے جو مذاکرات کرے گی۔ حکومت دلیری سے مصمم ارادے کا اظہار کرے تو عوام بھی اُس کا ساتھ دیں گے اور امریکا کے خلاف عوام اُٹھ کھڑے ہوں گے، لیکن اب حکومت یہ جو کچھ کر رہی ہے، یہ مزید حالات کو خراب کرنے کی نوید سنانے والی بات ہے۔

سوال: چودھری نثار نے پارلیمنٹ میں یہ بیان دیا ہے کہ ''امریکی سفیر نے دو دن پہلے مجھے یہ کہا تھا کہ ہم عنقریب حکیم اللہ محسود کو نشانہ بنا سکتے ہیں جس پر میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو یہ مذاکرات کے لیے نقصان دہ ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ اگر چودھری نثار کو یہ بتایا گیا تھا تو انہوں نے حکیم اللہ محسود تک یہ اطلاع کیوں نہ پہنچائی، تا کہ وہ اپنی سیکورٹی کو بہتر بنا سکتا۔

منور حسن: چودھری نثار سے ایک بہت بڑا سوال پوچھنے کا یہ ہے کہ اسمبلی کے فلور پر انہوں نے جو مضحکہ خیز اعداد و شمار پیش کیے کہ 2005 دہشت گرد اور 67 سویلین اب تک ڈرون حملوں میں ہلاک ہوئے کیا یہ امریکا کو یہ دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے کہ آپ ڈرون حملے جاری رکھیں۔ (ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ ہے کہ 1.5 فیصد دہشت گرد مارے گئے جبکہ 98 فیصد سویلین مارے گئے ہیں۔ حیرت ہے اس کے باوجود وہ یہ بیان دے رہے ہیں۔ میزبان) مجھ سے امریکی سفیر ملنے آیا تھا۔ عافیہ سے لے کر عراق تک دنیا بھر کی باتیں ہوتی رہیں، لیکن سب سے زیادہ حساس وہ ڈرون حملوں پر تھا۔ جب میں نے اس سے کہا کہ آپ کے ڈرون حملوں کے نتیجے میں بوڑھے، ضعیف، عورتیں، ناتواں بچے مارے گئے اور بے شمار گھر مسمار ہوئے ہیں، تو وہ غصے میں لال پیلا ہو گیا۔ میں نے کہا کہ اس حقیقت سے آگاہی کا طریقہ یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ اس جگہ چلیں جہاں ڈرون حملہ ہوا ہو۔ وہاں کے لوگ خود بتائیں گے کہ کتنی عورتیں، کتنے بچے، کتنے بیمار اس میں مارے گئے۔

سوال: خیبر پی کے میں آپ تحریک انصاف کے پارٹنر اور حکومت میں شامل ہیں۔ عمران خان نے کہا ہے کہ اگر مرکزی حکومت نے 20 نومبر تک نیٹو سپلائی کے حوالے سے کوئی فیصلہ نہ کیا تو ہم صوبائی سطح پر نیٹو سپلائی کو روک دیں گے۔ کیا اس اقدام سے مرکز اور صوبے میں کشمکش نہیں ہو جائے گی؟

منور حسن: دو تین دن پہلے عمران خان کا فون آیا تھا۔ وہ اسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ ممکن ہے کہ تنہا آپ کی صوبائی حکومت یہ کام کرلے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ جس نوعیت کا یہ کام ہے اس میں زیادہ لوگوں کو شریک کر کے پلیٹ فارم کو وسیع کیا جائے، زیادہ یکجہتی اور اتحاد کا مظاہرہ کرنا اس کام کے لیے ضروری ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ انھوں نے دوسری جماعتوں سے رابطہ کیا یا

نہیں، لیکن یہ بات بھی بالکل اپنی جگہ ٹھیک ہے کہ اس کے نتیجے میں مرکز اور صوبے کے تعلقات میں بہت شدید کشیدگی پیدا ہوگی، اور نیا تنازع شروع ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ امریکی لابی اور سیکولر لابی اس کا فائدہ اُٹھائیں گے۔ ملک میں انتشار پھیلانے والے لوگ یکجا ہو کر ایک زبان بولیں گے۔ اس طرح ایک نیا محاذ کھل جانے کے نتیجے میں فائدے کے بجائے نقصان کا اندیشہ زیادہ ہے۔

سوال: جس زوردار انداز میں عمران خان نے یہ بات کہی ہے کیا ان کے لیے ممکن ہوگا کہ وہ اس سے پسپائی اختیار کرسکیں اور کیا یہ پسپائی ان کی سیاسی پوزیشن پر اثر انداز نہیں ہوگی؟

منور حسن : بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مصمم ارادے والا آدمی ہے، لہٰذا کر گزرے گا۔ لیکن بحیثیت مجموعی میرا خیال ہے کہ حکومت بھی 20 نومبر تک کئی فیصلے کر لے گی۔ اب یہ جو بات اُٹھ رہی ہے کہ ایک نئی اے پی سی ہونی چاہیے، تو میرا خیال ہے کہ اب آپ متفقہ طور پر قرارداد نہیں منظور کروا سکیں گے۔ لوگ نئے دلائل دیں گے۔ اس افراتفری کی پوزیشن میں نئی اے پی سی کا اہتمام کرنا ممکن نظر نہیں آتا۔

سوال : پاکستان کی معیشت نیم مردہ حالت میں ہے یعنی یوں کہہ لیجیے کہ اب تو مانگ مانگ کر بھی گزارہ نہیں ہو رہا۔ اگر ہم نے نیٹو سپلائی بند کردی اور اس کے نتیجے میں وہ بارہ ارب ڈالر کی تجارت جو ہم نیٹو ممالک سے کرتے ہیں ختم ہوگئی تو کیا پاکستان دیوالیہ نہیں ہو جائے گا؟ اور اُس کے لیے بحیثیت ملک اپنا وجود قائم رکھنا مشکل نہیں ہوگا؟ آپ کی کیا رائے ہے؟

حافظ عاکف سعید: اگرچہ یہ سوالات بڑی ہی فکرمندی کے ساتھ اُٹھائے جاتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم آزاد اور باعزت قوم بنیں۔ آپ نے معاشی حالات کی جو نقشہ کشی کی ہے یہ ہمارے اس فیصلے کا نتیجہ ہے جو نائن الیون کے وقت پرویز مشرف نے کیا تھا۔ وہ وقت ایک فیصلہ کن دوراہا تھا جس پر پرویز مشرف نے امریکا کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اگرچہ بعد میں ڈھونگ رچانے کے انداز میں کچھ مشاورت بھی کی تھی، جس میں اس نے تاثر دیا تھا کہ اگر اس وقت ہم نے امریکا کا ساتھ نہ دیا تو وہ ہمارا تورا بورا کر دے گا۔ اس کے ساتھ اس نے فوائد گنوائے تھے کہ ہم معاشی ترقی کریں گے وغیرہ۔ اس وقت والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس کے منہ پر کہہ دیا تھا کہ جو فوائد تم نے گنوائے ہیں بالآخر سب سے ایک ایک کر کے ہمیں محروم ہونا پڑے گا۔ آج یہ حقیقت سب کے سامنے آچکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا آج ہمارا تورا بورا بن نہیں گیا۔ اگر اُس وقت ہم غیرت مندی کے انداز میں کھڑے ہو جاتے کیونکہ افغانستان کے خلاف دینی اعتبار سے، انصاف کے عالمی اُصولوں کے مطابق ہر اعتبار سے ہمارا امریکا کا فرنٹ لائن اتحادی بننے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف دشمن کی مدد کرنا اللہ سے بے وفائی اور غداری کے مترادف ہے۔ اس کا نتیجہ دیکھ لیں کہ آج ہم کہاں کھڑے ہیں۔ واقعتاً ہمارا تورا بورا ہو چکا ہے۔ ہم نے سو پیاز بھی کھائے ہیں اور اب سو جوتے بھی کھائیں گے۔ آج پھر ہمارے لیے فیصلہ کن موڑ آ گیا ہے کہ یا تو ہم ایک آزاد اور غیرت مند قوم بنیں یا پھر غیرت کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیں۔ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے'' کے مصداق ہم گیدڑ بن کر رہنا چاہتے ہیں یا شیر کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ہمیں طے کرنا پڑے گا۔ بحیثیت مسلمان ہمیں یقین ہونا چاہیے کہ سب سے بڑی قوت اللہ کی ہے۔ رزاق بھی وہ ہے۔ یقیناً اللہ کی راہ میں آزمائشیں اور سختیاں آتی ہیں۔ امریکا کے کاز کے لیے ہم نے اتنی سختیاں جھیلی ہیں تو کیا اللہ کے لیے نہیں جھیل سکتے۔ اس کو ذرا calculate کیا جائے کہ امریکا کا فرنٹ لائن اتحادی بننے میں کیا کچھ ہم نے گنوایا ہے۔ پاکستان کا کتنا نقصان ہوا ہے۔ ہمارے پاس اب راستہ وہی ہے ''فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟''۔ لیکن بدقسمتی سے نظر یہ آ رہا ہے کہ ہم شکم کی طرف جائیں گے۔

سوال: ایک خیال یہ ہے کہ یہ حملہ جان بوجھ کر کیا گیا ہے اور شاید آنے والے دنوں میں اس طرح کا کوئی دوسرا حملہ بھی ہو۔ امریکا چاہتا ہے کہ اس وقت پاکستان کو مشتعل کر کے کسی ایسی بڑی کارروائی کا جواز حاصل کرے، تاکہ اسرائیل کے تحفظ کے حوالے سے مقاصد حاصل کر سکے۔ اسرائیل کا اصل نشانہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ہے۔ کیا یہ ایٹمی صلاحیت ختم کرنے کا آغاز تو نہیں ہے؟

منور حسن: آپ کا جو پچھلا سوال تھا اس کو اگر جوڑیں تو بات ایک ہی ہے۔ امریکا نے ہمیں ڈرون حملوں، سلالہ چیک پوسٹ پر حملے اور بحیثیت مجموعی ڈُومور کے مطالبے کے ذریعے جو معاشی نقصان پہنچایا ہے ان تمام کارروائیوں کا مقصد ملک کے اندر ایک انارکی کی فضا پیدا کرنا ہے، تاکہ ملک میں انتشار اور بدنظمی ہو، تمام دائروں کے اندر آپا دھاپی ہو، چاہے وہ مہنگائی کی وجہ سے ہو یا بے روزگاری کی وجہ سے ہو۔ اس کے علاوہ امریکی حملوں کے نتیجے میں لوگ گھر تو نہیں بیٹھیں گے۔ ردّعمل بھی ہوگا۔ چنانچہ ان معاملات کی وجہ سے جب معاشرے میں لاقانونیت ہو جائے گی تو امریکا کو خیر خواہی کے انداز میں یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام غلط ہاتھوں میں جانے والا ہے، لہٰذا اس کو انٹرنیشنل کنٹرول میں دے دیا جائے۔ یہ اسرائیل اور بھارت دونوں کی خواہش ہے۔ ظاہر ہے، جس وقت ملک کے اندر ہنگامے شروع ہوں گے آپ لوگوں کو روک نہیں سکیں گے۔ یہاں جمہوریت بھی ایسی ہے کہ حکمران اور اپوزیشن والے سب ایک دوسرے کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سینٹ کے دو اجلاس ہو رہے ہیں، لیکن جو اصل ایشوز ہیں ان کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جو آئینی اور قانونی معاملات ہیں، ان کو پرکاہ کے برابر اہمیت نہیں دی جا رہی۔ یہ سب شور اور ہنگامہ آرائی اسی لیے ہے تاکہ قوم کو اپنا ایجنڈا نہ معلوم ہو سکے۔ کیا اس طرح ہم امریکا اور بھارت کے ایجنڈے کو تقویت نہیں پہنچا رہے؟

سوال: یہ عجیب اتفاق ہے یا کسی منصوبے کا حصہ کہ جونہی حکیم اللہ محسود شہید ہوا، اسی روز سے کراچی میں بدامنی بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ معاملہ صرف ٹارگٹ کلنگ تک محدود نہیں ہے بلکہ شیعہ سنی معاملہ بھی بن گئی ہے۔ امریکا جس انداز سے آگے بڑھ رہا ہے کیا یہ اس کے منصوبے کا حصہ ہی ہے کہ کراچی میں یکدم یہ معاملہ شروع ہوگیا؟

منور حسن : مجھے اس معاملے میں خراب ہوم ورک کی بو آتی ہے۔ اگر یہ صورت حال حکومت کو انٹیلی جنس کے ذریعے معلوم ہوگئی تھی تو اس کا اعلان کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ دشمن ایجنٹ شیعہ سنی جھگڑا کروانا چاہتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ایک سیاسی جماعت باقاعدہ اس میں ملوث ہے۔ اگر آپ کو پہلے سے معلوم تھا تو اس سیاسی جماعت کو پکڑ لینا چاہیے تھا اور عوام کے سامنے اس کو بیان ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مجھے اس کی منطق سمجھ نہیں آئی۔ یہ جو طاقت اور قوت کے استعمال کا راگ الاپا جا رہا ہے، کسی ایک ملک نے کم سے کم وقت میں اتنی طاقت کے استعمال کا تجربہ نہیں کیا ہے جتنا پاکستان نے کیا ہے۔ ماضی میں بھی ہم نے مشرقی پاکستان میں اپنی پوری طاقت اور قوت جھونک دی تھی۔ مقامی آبادی کو بھی اس کے اندر شامل کرلیا تھا۔ نتیجہ جو نکلا وہ سب کے سامنے ہے۔ بلوچستان میں پانچواں ملٹری آپریشن اس وقت چل رہا ہے جس کا نتیجہ بھی سب کے سامنے ہے۔ کراچی میں اس سے پہلے بھی ملٹری آپریشن ہو چکا ہے۔ پوری قبائلی بیلٹ کے اندر سالہا سال سے ملٹری آپریشن چل رہا ہے، جبکہ ان کے بقول دہشت گردوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، حالات خراب تر ہو رہے ہیں، (باقی صفحہ 16 پر)

یکساں نظام تعلیم ......کیوں ضروری ہے؟

عتیق الرحمٰن صدیقی

قیام پاکستان کے بعد متعدد تعلیمی پالیسیاں معرض وجود میں آئیں اور یکساں نظام تعلیم کی پکار بھی بار بار سننے میں آئی مگر ''ہنوز دلّی دور است'' کا سماں اب تک موجود ہے۔ درد دِل رکھنے والوں کی تمنائیں اور آرزوئیں تشنۂ تکمیل ہی رہیں۔ وہ منزل ہم سے اب بھی کوسوں دور ہے جو تشکیل پاکستان کی تہوں میں مستور تھی۔ تعلیم کیا ہے اور کیا نہیں یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو نکتہ وروں کی دسترس سے باہر ہو۔ ہر وہ دانستہ کوشش اور سرگرمی جو کوئی قوم اس لیے انجام دیتی ہے کہ اس کا فکری ورثہ نسل نو تک بحفاظت منتقل ہو اور وہ پہچان برقرار ہے جو اس قوم کا طغرائے امتیاز ہو، تعلیم ہے۔

تعلیم کا مقصد قوم اور نئی نسل تک اپنے نظریے، اچھی اقدار و روایات پہنچانا اور علوم سے روشناس کرانا، پوری قوم کو ایک ہی رنگ میں رنگنا، انہیں ملی اور قومی جذبے سے سرشار کرنا اور وطن کی خدمت کے لیے تیار کرنا ہے۔ کتنے دُکھ کی بات ہے کہ پہلے تو ملکی نظام تعلیم کو دینی اور دنیوی تعلیم میں تقسیم کیا گیا اور پھر دینی تعلیم کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کر کے قوم کو فرقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ دنیاوی تعلیمی نظام کو پہلے گورنمنٹ اور پبلک اداروں میں منقسم کیا گیا، صورت حال یہ رہی کہ پبلک اداروں کے لیے نہ کوئی یکساں نظام ہے اور نہ نصاب۔ ہر ادارہ اپنی مرضی کا نصاب چلا رہا ہے۔ کوئی قوم کے بچوں کو بائبل پڑھا رہا ہے تو کوئی ایچی سن، ہارورڈ، آکسفورڈ اور نہ جانے کن کن اداروں کا کشتۂ ستم بنا رہا ہے۔ مقصد اور ایجنڈا اپنا اپنا ہے، مشترک بات یہ ہے کہ پاکستان کے تعلیمی نظام میں یک رنگی ختم کر دی جائے اور قوم اپنے نظریات سے بیگانہ ہو جائے۔

نظام تعلیم کو یکساں بنانے میں پہلی بات نصاب کی ہے کہ پورے ملک میں ایک ہی تعلیمی نصاب ہو۔ یہ نصاب قومی نظریہ، اقدار اور تقاضوں سے ہم آہنگ ہو، نصاب کے ذریعے وہ مضبوط کردار میں ڈھل جائیں اور ان میں امانت، دیانت، صداقت اور خدمت خلق کا جذبہ موجزن ہو۔

یکساں نظام تعلیم کی دوسری خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ قومی زبان میں ہوتا ہے۔ اور یہ قومی زبان اتفاق و اتحاد کا اہم ذریعہ ہے، فرانس، جرمنی، روس، چین اور سری لنکا میں تعلیم اپنی قومی زبان میں دی جاتی ہے۔ ہماری بھی قومی زبان ہے جو مسلسل دہائیاں دے رہی ہیں مگر اس کا کوئی پُرسان حال نہیں۔ المیہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو اور نئی نسل کے شاہینوں کو انگریزی زبان سے نتھی کر دیا ہے۔ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ زبان کی گتھیاں سلجھانے میں عرصہ بیت جاتا ہے، مگر پلے کچھ نہیں پڑتا، یکساں نظام تعلیم کا خواب شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے اس کا تدارک ضروری ہے۔

یکساں نظام تعلیم کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ تعلیمی اداروں میں مضامین کے ماہرین بھی یکساں ہوں۔ عام طور پر گورنمنٹ کے اداروں میں سائنس پڑھانے والے اساتذہ کی اسامیاں خالی پڑی رہتی ہیں، انہیں نہ صرف پُر کیا جائے بلکہ باز پرس اور نگرانی کے نظام کو درست کیا جائے تا کہ بہتر نتائج مرتب ہو سکیں۔ گورنمنٹ اور پبلک سکولوں میں سہولیات کی جو تفاوت ہے، کمروں کا فقدان ہے، پنکھے نہیں ہیں، فرنیچر عنقا ہے۔ بعض اداروں کو جو نجی کنٹرول میں ہیں کروڑوں کی گرانٹ دی جاتی ہے، مگر گورنمنٹ کے بے شمار سکولز ان مراعات سے محروم رہتے ہیں، استاد بجائے اس کے کہ پڑھانے کا فرض نبھائے اس سے بے شمار ایسے کام لیے جاتے ہیں جو اس کی تذلیل اور اہانت کے مترادف ہیں۔

تعلیم ایک دینی فریضہ اور قومی تقاضا ہے، یہ پیسے کمانے کی انڈسٹری نہیں، مگر یہاں نجی اداروں نے بالخصوص متوسط طبقے کا عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک کے طول و عرض میں یکساں اور آسان شرح فیس نافذ کی جائے، تعلیم کی سطحیت کو ختم کر کے فہم و ادراک میں اضافہ کا اہتمام کیا جائے۔

لڑکوں اور لڑکیوں کے الگ الگ ادارے ہوں، مخلوط تعلیم کا خاتمہ کیا جائے۔ طلبہ کے اخلاق کی حفاظت کے لیے یہ ناگزیر ہے۔ مرد و خواتین کی نفسیات الگ الگ ہوتی ہے، رجحانات اور میلانات میں فرق ہوتا ہے۔ بچوں اور بچیوں کے سکولوں کو آپس میں ضم کرنا خطرناک نتائج کا باعث بنتا ہے۔

پورے ملک میں یکساں نظام تعلیم میں یہ بھی ضروری ہے کہ امتحانات کا نظام یکساں ہوں ہر سطح کے تعلیمی اور مقابلے کے امتحان قومی زبان میں لیے جائیں۔ پورے ملک میں لباس بھی یکساں ہو۔ پرائیویٹ اداروں کی کوئی تخصیص نہ ہو۔ قومی لباس ہی اس تفریق کا خاتمہ کر سکتا ہے، تا کہ پوری قوم بلا امتیاز ایک ہی صف میں کھڑی نظر آئے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

پورے نظام تعلیم کو یکساں بنانے کے لیے ناگزیر ہے کہ دین کی بنیادی تعلیمات کو پورے نظام میں سمو دیا جائے۔ ''صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً'' اللہ کا رنگ چڑھے گا تو قوم کا مستقبل درخشاں ہوگا۔

☆☆☆

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات [illegible] کے لیے (مع جوابی [illegible]) کریں

شعبہ خط و کتابت کورسز قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

بانیٔ تنظیم اسلامی ـــ ڈاکٹر اسرار احمدؒ

فرقان دانش

ابتدائی حالات

ڈاکٹر اسرار احمدؒ 26 اپریل 1932ء کو ضلع حصار، ہریانہ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپؒ 46-1945ء میں حصار ڈسٹرکٹ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے فعال کارکن اور جنرل سیکرٹری رہے۔ آپؒ نے 1947ء میں میٹرک کے امتحان میں ضلع حصار میں اوّل جبکہ پنجاب یونیورسٹی میں مسلم طلبہ میں چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ تقسیم ہندوستان کے بعد اکتوبر، نومبر 1947ء میں براستہ سلیمانکی قافلے کے ساتھ بیس دن پیدل سفر کر کے پاکستان آئے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی (پری میڈیکل) میں پنجاب یونیورسٹی میں چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ 1954ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کیا اور 1965ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کا امتحان فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن میں پاس کیا۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1965ء کے اواخر میں لاہور منتقل ہوئے اور کرشن نگر (اسلام پورہ) میں کلینک قائم کر کے پریکٹس شروع کر دی۔ آپؒ کو چونکہ شروع دن سے ہی قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے اور اسے عام کرنے کا شوق تھا لہٰذا آپؒ نے پریکٹس کے دوران ہی قرآن حکیم کی تعلیم کے پھیلاؤ کے لیے دروس قرآن کے متعدد حلقے قائم کیے۔ آپؒ اس سلسلے میں عملی جدوجہد پر یقین رکھتے تھے۔ اس لیے آپؒ نے جماعتِ اسلامی کے پلیٹ فارم پر نفاذِ اسلام کے لیے کام کرنا شروع کر دیا۔ 1955ء میں آپؒ جماعت اسلامی کے رکن بنے اور 57-1956ء کے دوران منٹگمری (ساہیوال) کے امیر رہے۔ مگر اپریل 1957ء میں ایک اُصولی اختلاف کے باعث جماعتِ اسلامی سے علیحدگی اختیار کر کے ساہیوال میں ہی حلقۂ مطالعہ قرآن و اسلامک ہاسٹل قائم کیا۔

عملی جدوجہد کا آغاز

ڈاکٹر اسرار احمدؒ جب فروری 1971 میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے تو اس موقع پر آپؒ نے زندگی کا اہم ترین فیصلہ کیا اور آئندہ میڈیکل پریکٹس ترک کر کے بقیہ زندگی ہمہ وقت دین کی خدمت میں وقف کرنے کا عزم کیا۔ لہٰذا 1972ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن قائم کی، لیکن ساتھ ہی واضح کر دیا کہ ہمارا مقصد ایک ایسی جماعت کا قیام ہے جو اُصولی اسلامی انقلابی جماعت ہوگی، جو پاکستان میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کے لیے جدوجہد کرے گی۔ یوں تو ہر کلمہ گو ڈاکٹر اسرار احمد کا مخاطب تھا لیکن وہ پڑھے لکھے مسلمان نوجوانوں کو دینی علوم سے آراستہ کرنے کے زیادہ آرزومند تھے، تاکہ جب اسلامی انقلاب برپا ہو اور ایک اسلامی فلاحی ریاست وجود میں آئے تو ایسی قیادت میسر آ سکے جو دین کی بنیادی تعلیم، اُس کے اوامر ونواہی، اُس کے محکمات اور مسلمات سے بھی بخوبی آگاہ ہو اور عصر حاضر کے تقاضوں سے بھی۔ اُن کی شدید خواہش تھی کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان دین کا علم حاصل کر کے تحقیقی کام کریں، تاکہ اسلام پر ہونے والے طاغوتی حملوں کا مدلل اور علمی جواب دیا جائے۔ اس لیے کہ آج کا انسان محض وعظ و نصیحت سے قائل نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب کی سوچ یہ تھی کہ قرآن پاک میں انسانی زندگی کے سماجی اور معاشرتی پہلوؤں کو اوّلیت بھی دی گئی ہے اور اُن پر بڑی تفصیل سے روشنی بھی ڈالی گئی ہے۔ لہٰذا اصلاح کا آغاز یہاں سے ہونا چاہیے۔ وہ اس نقطۂ نظر کے شدید مخالف تھے کہ سیاسی اور معاشی نظام سدھر گیا تو سماجی اور معاشرتی گوشہ خود بخود درست ہو جائے گا۔ ان کا پختہ ایمان تھا کہ گھر وہ پہلا یونٹ ہے جو اصلاح کا پہلا ٹارگٹ ہونا چاہیے۔ اس کی اصلاح کے بغیر بات آگے نہیں بڑھ سکتی۔ رزق حلال پر قناعت کرنے والا گھرانہ خود طاغوتی اور سرکش شیطانی قوتوں کے خلاف ایک بہت بڑا مورچہ ہے۔

شادی بیاہ کی اصلاحی تحریک

شادی بیاہ کی فرسودہ رسوم کے خلاف اُن کی چلائی ہوئی تحریک ہزاروں گھرانوں میں جہالت کے اندھیرے دور کرنے اور سنتِ رسول ﷺ کے چراغ سے اُنھیں منور کرنے کا باعث بنی۔ آغاز میں اِس تحریک کو بہت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آج لاکھوں نہیں تو ہزاروں خاندان یقیناً ایسے ہیں، جو وسائل رکھنے کے باوجود بچی کا نکاح مسجد میں کرتے ہیں، مسجد سے ہی دلہن کی رخصت کرتے ہیں اور کسی قسم کے کھانے کا اہتمام نہیں کرتے بلکہ تمام تقاریب صرف ایک ولیمہ کی مسنون تقریب میں سمیٹ دیتے ہیں۔

تنظیم اسلامی کا قیام

یہ قافلہ اور آگے بڑھا تو ڈاکٹر صاحب نے قرآنی معاشرے کی تشکیل اور فریضۂ اقامت دین کی ادائی کے لیے 1975ء میں تنظیم اسلامی کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔ بعدازاں آپ نے انجمن خدام القرآن کے صدر مؤسس کی حیثیت سے 1976ء میں قرآن اکیڈمی کی داغ بیل ڈالی اور 1987ء میں قرآن کالج قائم کیا۔ یہ سفر جاری رہا اور رجوع الی القرآن اور تعلیم و تعلم قرآن کی اس تحریک کا حلقہ اندرون ملک پھیلتے پھیلتے بیرونی دنیا میں بھی وسیع ہو گیا۔ پھر وہ وقت آیا کہ اللہ کی رحمت سے امت کا ایک قابل ذکر طبقہ قرآن کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کہیں قرآن کانفرنسیں منعقد ہونے لگیں۔ کہیں فہم قرآن کے حلقے قائم ہونے لگے۔ آج اگر قرآن کے نام سے کوئی محفل یا ادارہ قائم ہوتا نظر آتا ہے یا کہیں درسِ قرآن کا غلغلہ ہے تو اکثر و بیشتر وہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تحریک دعوت رجوع الی القرآن کے شجر ہی کا کوئی ثمر یا برگ و بار ہے۔

عمرانی فکر

ڈاکٹر صاحبؒ ایک مفکر کی حیثیت سے بلند مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے جو عمرانی فکر پیش کیا، وہ جدید و قدیم کا جامع اور عدل و توازن کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ اُسے مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقے اور روایتی طبقے دونوں میں سراہا گیا۔ عالمی منظرنامے میں آج اسلام، اسلامی تحریک اور ملت اسلامیہ کس مقام پر کھڑی ہے اور اہل اسلام کو درپیش چیلنجوں سے کیونکر نمٹنا اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے عظیم مشن کو کیسے آگے بڑھانا ہے، اس ضمن میں وہ ایک واضح وژن رکھتے تھے۔ اپنے بیانات، خطابات جمعہ اور تحریروں میں انہوں نے اِس فکر کو بہت عمدگی سے اجاگر کیا

ہے۔ ملکی، ملی اور عالمی حالات پر اُن کا تجزیہ بصیرت افروز ہوتا تھا۔ اُس میں گہرائی اور گیرائی ہوتی تھی۔ وہ صورتحال کا تجزیہ کرتے ہوئے حالات و واقعات کے سطحی مشاہدے کی بجائے اسلام، عیسائیت اور یہودیت کے ماضی، حال اور امکانی مستقبل کو پیش نظر رکھتے اور معروضیت کا خیال رکھتے تھے۔

دورۂ ترجمہ قرآن کا آغاز

تحریک دعوت رجوع الی القرآن کے زیر اثر ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 1984ء میں جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں رمضان المبارک کے مہینے میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کے نام سے قرآن کو سمجھانے کے پروگرام کا آغاز اس طور سے کیا کہ ہر چار رکعت نماز تراویح سے قبل اس میں سنائی جانے والی آیات قرآنی کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کر دی جاتی کہ پھر نماز تراویح میں سامعین جب ان آیات قرآنی کو سنتے تو ان کا مفہوم بہت حد تک ذہن میں مستحضر ہوتا۔ زمانہ قریب کی معلوم و مشہور تاریخ میں ایسا پروگرام پہلی بار ہوا تھا۔ اُن دنوں چونکہ شدید گرمیوں کا زمانہ تھا اور راتیں مختصر تھیں، پروگرام رات کے دو، اڑھائی بجے ختم ہوتا تھا کہ سامعین کے لیے اپنے گھروں تک پہنچ کر سحری کرنے کے لیے وقت بمشکل بچتا تھا، لہٰذا شروع شروع میں یہ کام ناممکن العمل نظر آتا تھا۔ لیکن جلد ہی یہ سلسلہ اندرون ملک کے ساتھ ساتھ بیرون ملک بھی متعارف ہو گیا۔ اب صورت یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بیسیوں شاگردان رشید ہر سال نہ صرف ملک کے گوشے گوشے میں قرآنی علوم و معارف کی ان انوار و برکات بھری محفلوں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں بلکہ بیرونی دنیا میں بھی ان پروگراموں کو پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔

سانحۂ ارتحال

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب نے ''جب تک سانس تب تک آس'' کے مصداق خود کو ملک میں نفاذ اسلام کے لیے آخری سانسوں تک مصروف عمل رکھا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو کئی عوارض لاحق تھے، لیکن انہوں نے کبھی اُمید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ کمر کے آپریشن کے باعث ڈاکٹرز نے انہیں تقریباً دو ماہ کے لیے بیڈ ریسٹ کا مشورہ دیا تو وہ تیمارداری کے لیے آنے والے لوگوں کو اکثر یہ کہہ کر محظوظ کر دیتے کہ ''میں بیمار نہیں، معذور ہوں''۔ عزم و ہمت کا یہ پہاڑ جس کو مرحوم لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے 13 اور 14 اپریل 2010ء کی درمیانی شب حرکت قلب بند ہونے کے سبب اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے محبت کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ اُن کا ہر عقیدت مند اُن کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے خلوص اور دلجمعی کے ساتھ جدوجہد کرے۔ اگر پاکستان میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم ہو جائے تو جہاں اُن کی روح کو قرار نصیب ہوگا وہاں امتِ مسلمہ کے ہر فرد کے لیے دین پر چلنا آسان ہو جائے گا۔ یہی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی زندگی کا اصل ہدف اور مشن تھا جس کی تکمیل کے لیے جدوجہد اب ہماری ذمہ داری ہے۔

بقیہ: خلافت فورم

لاقانونیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دراصل امریکا یہ بھی چاہتا ہے کہ پاکستان کی فوج اور عوام باہم دست و گریباں ہوں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں طرف مسلمان مارے جائیں گے۔ طاقت اور قوت کا استعمال اپنی فوج کو تحلیل کرنے والی بات ہے۔ دوسری طرف قوت کے استعمال کے نتیجے میں عوام کو میدان میں لانے والی بات ہے۔ ظاہر ہے پوری دنیا میں جو نقشہ بنے گا تو ڈو مور والے یہاں پر امن قائم کرنے کے لیے خدائی فوجدار بن کر آجائیں گے۔

حافظ عاکف سعید: میں سمجھتا ہوں امریکا اس معاملے میں بہت کامیاب ہے۔ پرویز مشرف کے ذریعے جو سارا کام ہوا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ قبائلی علاقے میں فوج کے خلاف لوگوں کے جذبات مثبت نہیں ہیں۔ فوج کو اس کام کے لیے استعمال کرنے کا مقصد یہی ہے کہ پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے فوج اور عوام کو لڑا دیا جائے۔

(مرتب: فرقان دانش)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ خیبر پی کے جنوبی کے منفرد رفیق ارمغان صدیقی ولد الطاف صدیقی بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے رفقاء عاصم رحمان اور ثاقب رحمان کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم ملتان شمالی کے رفیق ناصر انیس خان کے چچا بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم بہاولپور کے رفیق مشتاق احمد کے بہنوئی بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم بہاولپور کے رفیق ڈاکٹر محمد انور کے بہنوئی بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم ملتان شمالی کے رفیق محمد ارشد اعوان کے والد محترم بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

☆ پتوکی کے رفیق تنظیم شبیر علی کی بیٹی وفات پا گئیں۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی مروت محمد فرحان ریاض کے نانا جان انتقال کر گئے۔

☆ رفقائے تنظیم اسلامی مروت عمران شاہد، محمد منشاء، محمد اکرم، محمد خالد کی والدہ محترمہ اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔

☆ خیبر پی کے جنوبی کے منفرد اُسرہ کلپانی کے نقیب محمد ایاز باچا کی والدہ اور چچازاد بھائی بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے۔ رفقاء و احباب سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی'' میں

29 نومبر تا یکم دسمبر 2013ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

نقباء کورس (نئے و متوقع نقباء کے لئے)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-36311223 / 0345-2789591

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638 0332-4178275

حلقہ خیبر پی کے جنوبی کے زیر اہتمام نقباء و امراء تربیتی و مشاورتی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پی کے جنوبی کے زیر اہتمام کو جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی پشاور میں 4 تا 6 اکتوبر 2013ء نقباء و امراء کے لئے تربیتی و مشاورتی اجتماع کا انعقاد ہوا۔ اس اجتماع میں حلقہ خیبر پختونخوا سے نقباء و امراء نے شرکت کی، جس میں تقریباً 11 شرکاء نے کل وقتی جبکہ 7 شرکاء نے جز وقتی شرکت کی۔ 4 اکتوبر بعد نماز عصر نشست کا آغاز مرکز سے آئے ہوئے مہمان جمیل الرحمٰن عباسی نے گفتگو سے کیا۔ باہمی تعارف کے بعد انہوں نے ''اخوت و محبت مگر کیسے'' کے موضوع پر خطاب میں باہمی اخوت کی اہمیت، طریقے اور آداب پر بہت مفید گفتگو کی۔ اسی طرح بعد نماز مغرب انہوں نے ''نبویؐ طریق تربیت'' کے موضوع پر مذاکرے کے انداز میں گفتگو کی اور رفقاء کے سامنے تربیت کے بنیادی اصول، اسالیب تربیت کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا۔

اگلی صبح بعد نماز فجر انجینئر حافظ نوید احمد نے سورۃ المجادلہ کی آیات 7 تا 11 کا درس قرآن دیا۔ صبح کی پہلی نشست آٹھ بجے سے ساڑھے دس بجے تک رہی۔ اِس نشست کو Conduct کرنے کے لئے فیصل آباد سے ڈاکٹر عبدالسمیع خصوصی طور پر تشریف لائے تھے۔ انہوں نے ''گھر کا نقیب'' اور دوسرے موضوعات پر مدلل گفتگو کی اور رفقاء کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ چائے کے وقفے کے بعد گیارہ بجے تا ایک بجے جمیل الرحمٰن عباسی نے روزمرہ کے معاملات اور خصوصاً تنظیمی زندگی میں مشورے کی اہمیت و آداب کی وضاحت کی۔ انہوں نے مشورے کی مختلف صورتیں بیان کیں۔ اس کے علاوہ فیصلے کے آداب پر بھی روشنی ڈالی۔ بعد نماز عصر انجینئر حافظ نوید احمد نے ٹائم مینجمنٹ پر ایک مفید لیکچر دیا۔ انہوں مثالوں سے واضح کیا کہ اگر روزمرہ کے تمام کاموں کے لئے ایک وقت مقرر کیا جائے اور ہر کام پلاننگ سے کیا جائے تو وقت کی کمی اور نہ ہونے کی شکایت پیدا نہیں ہوگی اور دین کے لئے کام کرنے کے اچھے مواقع بھی مل جائیں گے۔ بعد نماز مغرب ''تقابل مناہج اقامت دین'' پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے غلبۂ دین کے مختلف مروجہ طریقوں کو بیان کیا اور قرآن و سنت اور حالات حاضرہ کی روشنی میں اِن طریقوں کی کمزوریوں کو واضح کیا۔ سوال و جواب کے انداز میں ہونے والی یہ نشست بہت مفید رہی۔ دونوں دن (4 اور 5 اکتوبر کو) بعد از نماز عشاء شمائل نبویؐ کے حوالے سے بھی نہایت مفید گفتگو ہوئی۔

اگلے دن 6 اکتوبر کو بعد نماز فجر انجینئر حافظ نوید احمد نے سورۃ النور کی آیات 62 تا 64 کا درس دیا۔ بعد ازاں صبح آٹھ بجے ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی صاحب تشریف لائے۔ رفقاء نے اُن کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور باہمی تعارف بھی ہوا۔ انہوں نے ''حالات حاضرہ اور ہمارا موقف'' کے حوالے سے رفقاء کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ بعد ازاں ناظم حلقہ اور ان کے معاونین، امراء تناظیم اور نقباء منفرد اُسرہ جات کے ساتھ ان کی نشستیں ہوئیں۔ انہوں نے پہلے حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی تفصیلی رپورٹ (گزشتہ سال) پیش کی اور اس حوالے سے مفید مشوروں سے نوازا۔ اس کے بعد امراء کے فرائض منصبی پر ایک بہت ہی مفید لیکچر دیا۔ سوال و جواب کی اس نشست میں اس موضوع سے متعلق بہت سی باتیں زیر بحث آئیں۔ ناظم اعلیٰ نے ذمہ دار حضرات کو پیش آنے والی مشکلات کے بارے میں مفید مشورے دیئے۔ اسی دوران انہوں نے امراء و ناظمین حلقہ جات کے تقرر پر ہر تین سال بعد جائزہ و نظر ثانی کے نظام کے تحت معاونین حلقہ، امراء تناظیم اور منفرد اُسرہ جات کے نقباء سے رائے حاصل کی۔ اِس طرح یہ اجتماع دوپہر ایک بجے اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: انجینئر یوسف علی)

حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام ایک رزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور شرقی کے تحت ایک روزہ دعوتی پروگرام 27 اکتوبر 2013ء بروز اتوار اندرون شہر میں ایبک روڈ پر واقع مسجد خیر الانام میں ہوا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا، جس کی سعادت حافظ ارسلان نے حاصل کی۔ اس کے بعد سورۃ العنکبوت کے پہلے رکوع کی روشنی میں شکیل احمد نے تذکیر بالقرآن کرائی۔ انہوں نے کہا کہ ہر طرح کی مشکلات میں انسان اپنے مشن کے ساتھ وابستہ رہے اور صبر اور نماز کے ذریعے اللہ کی مدد حاصل کرے، اور تلاوت کو اپنا معمول بنائے۔ اس کے بعد جمیل اختر نے ''اسرہ کی اہمیت اور افادیت'' پر مذاکرہ میں اجتماع اسرہ کی اہمیت واضح کی اور بتایا کہ اُس سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ محمد اسعد نے انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم، اس کی ضرورت اور اس کے مصارف پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ اپنی گفتگو کو انہوں نے اقبالؒ کے اشعار سے بھی مزین کیا۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ بعد ازاں حلقہ کے ناظم دعوت شکیل احمد نے ''انفرادی دعوت کا نظام'' پر مذاکرہ کرایا۔ اس کے بعد نماز کا وقفہ ہوا۔ نماز ظہر کی باجماعت ادائی کے بعد درس حدیث کا اہتمام ہوا، جس کی سعادت جمیل اختر نے حاصل کی۔

نماز کے بعد حلقہ کے ناظم دعوت نے مدرسین کی بعد نماز مغرب ہونے والے درس کی ذمہ داری لگائی اور رفقاء کی ڈیوٹی لگائی کہ عصر کے بعد محلہ میں دعوتی گشت کا اہتمام کیا جائے۔ بعد ازاں رفقاء نے ملک عمران کے ہوٹل پر کھانا کھایا۔ نماز عصر تک وقفہ ہوا۔ نماز کے بعد رفقاء نے مختلف مقامات پر دعوتی گشت کیا، جس میں ہینڈ بل عبادت رب، تنظیم اسلامی ایک نظر میں، تقسیم کئے گئے، اور احباب کو مغرب کے بعد مساجد میں ہونے والی محافل درس میں شرکت کی دعوت دی۔ عصر کی نماز سے پہلے ناظم دعوت واہگہ گئے، جہاں نماز مغرب کے بعد انھوں نے ''عظمت قرآن'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ مغرب کی نماز کے بعد مسجد غنی اندرون لوہاری میں امجد محمود نے دینی فرائض کے جامع تصور پر گفتگو کی۔ اس پروگرام میں تقریباً 25 افراد شریک ہوئے۔ مسجد خیر الانامؐ میں اسی موضوع پر جناب عبدالمنان نے گفتگو کی۔ اس درس میں تقریباً 15 احباب نے شرکت کی۔ چند رفقاء نے عصر کے بعد انار کلی بازار میں پروجیکٹ سکرین کو سیٹ کیا، جس پر مغرب کی نماز کے بعد بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے چند ویڈیو کلپس چلائے گئے۔ بازار سے گزرتے ہوئے لوگوں نے ان کلپس میں بہت دلچسپی لی۔ رکنے والے احباب کو ''تنظیم اسلامی ایک نظر میں'' کتابچہ تحفتاً دیا گیا۔ یہ پروگرام عشاء کی نماز تک جاری رہا۔ عشاء کی نماز کے ساتھ اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے اور اس کو ہمارے لیے توشۂ آخرت بنائے (آمین)۔

(مرتب: ابومصباح)

اُسرہ کبل (سوات) کی دعوتی سرگرمیاں

اسرہ کبل (سوات) کی حدود میں گزشتہ چند ہفتوں میں مختلف مقامات پر جو دعوتی پروگرام منعقد ہوئے، اُن کی تفصیل اس طرح ہے۔ ایک پروگرام گاڑی گاؤں میں نماز مغرب کے بعد ہوا، جہاں راقم نے شرکاء سے ''رحمان، قرآن، رمضان، اور پاکستان'' پر گفتگو کی۔ اس پروگرام میں 30 کے قریب افراد موجود تھے۔ دوسرا پروگرام 28 ستمبر کو ڈھارہ میں دینی ذمہ داریوں کی ادائی کے عنوان سے ہوا۔ مقامی امیر جناب حبیب علی نے سیرت مطہرہ اور ہمارے اسلاف کے حوالے سے بیان کیا۔ اس پروگرام میں تقریباً 40 افراد شریک ہوئے۔ 3 اکتوبر کو نماز مغرب کے بعد اخون کلے گاؤں میں جناب حبیب علی نے ''عبادت رب'' کے موضوع پر گفتگو کی۔

(رپورٹ: محمد صدیق)

Enamoured of the Quran

This is just a personal story of coming towards the Deen.The readers are requested to make dua for my father, Dr. Naseem ud din Khawaja that his last utterance be the testimony of faith: la ila ha illallah.

(Ayesha Khawaja)

I studied in a missionary school where the day started with a Christian prayer and ended with a Christian one, where Islam was confined to the *Islamyat* class and where covering your hair was unthinkable and unheard of (except with the nuns of course).

It went without saying that putting a *dupatta* (veil) on the head was *paindoo* (not quite with it) and backward. Nobody thought it odd that the sisters should wear the same white habit every day of their lives, never getting married or having children (phew! talk about oppression). It was years later when I took my four year old firstborn to be admitted there that he piped up in his shrill voice to Sister Martin, 'Aap *nay yeh kuon pehna hua hai* (why are you wearing this)?' That is *fitrah*, the natural disposition.

In Kinnaird College, it was the same, except there was this girl who had come from the United States, spoke with an American accent and wore a big *chadar* (big veil from head to toe). She used to speak vociferously about faith and code of conduct vs culture and norms. She had a convincing style and my inclination towards religion became stronger. Whenever I read accounts of reverts, one thing that always struck me was how they used to praise and eulogize the Book of God. They held it in such awe and declared it to be the most wondrous thing on earth. I was secretly surprised by this as I thought we too read the Quran but it didn't have this impact on us. It was then that I made a sincere dua to Allah (*subhanahu wa ta'ala*, Glory be to Him, Exalted is He) to make His Beautiful Word accessible to me. I should be able to understand it without the aid of any translation. And miracle of miracles, within a very short period of time, with just a minimal understanding of Arabic grammar that I gained on my own, the joy of the Revelation began unfolding. Night after night, I simply could not put the Holy Scripture down because it was so fascinating. It had to be of course, because these are the exact words of the Originator of the Heavens and the Earth.

A short while later, my brother came back from *Umra* and gave me a cassette of Imam Shuraim's 30th Juzz. I was absolutely hooked on this recitation. I played it over and over, over and over again, mesmerized like never before. My children would be building blocks, or painting or cycling and this heavenly voice would be washing over them, reverberating through the house. It didn't even seem like they were paying attention to the *tilawat* (recitation) but in no time they had memorized almost the whole of the last chapter just by subconsciously listening to it.
When *Jumuah* (Friday) came, I played *Surah Kahf* loudly on the deck so that it reached every corner of the house. It was an out of this world kind of recording by Saud Shuraim. My son no. 2 who is 19 now was just 4 at the time. But amazingly, to this day he knows the entire surah by heart, without ever having sat down to learn it*(ma sha Allah la quwwataillabillah*, no power to do right or abstain from wrong except by Allah's leave). *Allah u Akbar* (Allah is Greater than everything)! That is the miracle of the most Powerful Book on Earth.

Another factor that brought me closer to the *deen* (religion) was the incredibly dynamic personality of Dr. Israr Ahmed (*rahimullah*, May God have mercy on Him). My father used to take us (my siblings and my cousins) to Quran Academy to spend the Ramadan nights in worship. Even though I didn't quite

understand the*tafseer* (explantion of the Quran) back then, as I was a schoolgirl, nevertheless I did feel the fervor and the tingling excitement of those glorious hours. Standing in *taraweeh* (night) prayer, staying awake until *sehri* (the pre-dawn meal) with the other devotees, the long drive back home in the dead of night was stimulating indeed. Good companionship does rub off *alhamdulillah*. (All praise and Gratitude is due to Allah).

When I was twenty, I started listening to Dr. Israr Ahmed (*rahimahullah*) in earnest. The very first lecture entailing the distinction between a living, burning, dynamic faith and a mere dogma was electrifying. It just shook me inside out and I was compelled to evaluate our lives in the light of this doctrine. His passionate speech propelled me to learn more and more from this great scholar whom I still think is by far the best speaker in the Urdu language. Things after that started rolling and gathering momentum as promise after promise of the Lord Most High materialized as when He says, 'take one step towards me, I'll take ten; walk towards me, I'll run towards you' or when He assures us of his succor when we strive in His Path or when he guarantees ease after every difficulty.

Soon after that, I started reading Maulana Maudoodi's "*Tafheemul Quran*" and found it so captivating that even listening to somebody talking about trivial, mundane matters seemed such a bore. Around that time, the radio aired Quranic recitation with translation. I was drawn to it like a magnet and couldn't keep away from it for long. Then my sister's friend who had come from Canada gave her some Hamza Yusuf cassettes and we were completely taken in by this American revert scholar who spoke with such passion about this *deen*. Born Muslims want to shed the shackles of religion whereas reverts want to embrace it with a devotion and enthusiasm that would seem puzzling to most of us. We do not want to change our lifestyle for it but they are willing to sacrifice everything they own for the sake of Allah (*subhanahu wa ta'ala*). Tears swim in my eyes as I recall my father telling me that he prays in the pre-dawn time for me in prostration and that he had named me Ayesha after *Ummul Momineen* (mother of the believers) (*radhi Allah ta'ala unha*, may Allah be pleased with her) so I would lead the righteous women and be a beacon of light like her. If I now see what I was blind to before, it is Allah's Grace upon me through the supplications of my parents.

'Lord! Show mercy to them as they nurtured me with tender care when I was a child.' Surah Isra. 17:24.

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم ''بٹ خیلہ'' میں شوکت اللہ شاکر کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ مالاکنڈ کی جانب سے مقامی تنظیم ''بٹ خیلہ'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 24 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب شوکت اللہ شاکر کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''ایبٹ آباد'' میں عبدالرحمٰن رفیع کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ اسلام آباد کی جانب سے مقامی تنظیم ''ایبٹ آباد'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 31 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب عبدالرحمٰن رفیع کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''سکھر'' میں عرفان طارق ہاشمی کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ سکھر کی جانب سے مقامی تنظیم ''سکھر'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 31 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب سید عرفان طارق ہاشمی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''مسلم ٹاؤن'' میں محمد قدیر عباسی کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم ''مسلم ٹاؤن'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 31 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد قدیر عباسی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔